مدراس کے چند صاحب ذوق اشخاص نے مرکز ادب کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا ہے، اس میں سرپرست دارالمصنفین کے دیرینہ رفیق مولوی محمد یوسف صاحب کوکنی ایم اے (ریڈر مدراس یونیورسٹی) کا نام ہے، ادارہ کا مقصد مدراس کے ادیبوں اور شاعروں کی نگارشات کو شائع کرنا ہے، رنگ برنگ اس سلسلہ کی پہلی پیشکش ہے، جو وہاں کے ۱۳ شاعروں کی غزلوں کا منتخب مجموعہ ہے، شروع میں "جھلکیاں" کے زیرعنوان شعراء کا مختصر تعارف کرایا گیا ہے، انتخاب اگرچہ معیاری نہیں مگر ظاہری محاسن کی طرح باطنی محاسن سے خالی بھی نہیں ہے، اس سے مدراس میں اردو شعر و سخن کی مقبولیت کا اندازہ ہوتا ہے، مرکز ادب مدراس کی یہ پیشکش ہمت افزائی اور تحسین کی مستحق ہے، ہم کو توقع ہے کہ وہ آیندہ زبان و ادب کی زیادہ مفید اور قابل قدر خدمات انجام دے گا۔

غلبۂ دین: مرتبہ جناب مولوی سید محمود علی صاحب بخاری، چھوٹی تقطیع، کاغذ معمولی، کتابت و طباعت قدرے بہتر، صفحات ۱۵۴، قیمت عہ، پتہ: شعبۂ تالیف و تصنیف دیندار انجمن آصف نگر، حیدرآباد دکن، اندھرا پردیش۔

مصنف ایک مبلغ ہیں، اس کتاب میں انھوں نے ظلم و فساد کے اسباب، اسکی مختلف صورتوں، غلبۂ دین کے تین اہم موانع (اتباع ہوا، آباپرستی اور اہل اقتدار کی اطاعت) اہل حق کیساتھ نصرت الٰہی کے ظہور کی مختلف شکلوں اور آخر میں اہل حق کی ان خصوصیات کا ذکر کیا ہے جس سے وہ نصرت الٰہی کے مستحق ہوتے ہیں، ایک جگہ اس خیال کی تردید کی ہے کہ غلبۂ دین حصول اقتدار کا نام نہیں، یہ تو صحیح ہے کہ غلبۂ دین کا مقصد حصول اقتدار نہیں ہے لیکن قوت و اقتدار کے بغیر دین کا غلبہ کیا اسکا پورا قیام بھی ممکن نہیں ہے، اسی طریقہ سے ختم نبوت کے بعد غلبۂ دین کے لیے سلسلۂ وحی کے قیام کو ضروری قرار دینا بھی صحیح نہیں ہے، البتہ اگر وحی کے اصطلاحی معنی کے بجائے کسی دوسری نوع کی وحی مراد لیجائے تو اس سے انکار نہیں مگر اس کے لیے کشف و الہام وغیرہ کی اصطلاح موجود ہے، وحی کے لفظ سے ختم نبوت میں التباس پیدا ہو جاتا ہے اس لیے ایسے مشتبہ الفاظ کا استعمال احتیاط کے خلاف ہے، ان فروگذاشتوں سے قطع نظر کتاب مفید اور مسلمانوں کے پڑھنے کے لائق ہے۔

"ض"

جلد ۸۴ ماہ جمادی الثانی ۱۳۷۹ھ مطابق ماہ دسمبر ۱۹۵۹ء نمبر ۶

فہرست مضامین

اعلان

معارف پریس میں بہترین لکھائی اور چھپائی کا کام معقول اجرت پر ہوتا ہے، اس کے علاوہ ۲۹ × ۲۲ سائز کا ایک عمدہ لیتھو مشین پریس بھی فروخت کے لیے موجود ہے، ان دونوں امور کے لیے منیجر معارف پریس اعظم گڈھ سے خط و کتابت کیجئے۔

منیجر

شذرات

محمود احمد صاحب عباسی کی کتاب "خلافت یزید و معاویہ" کئی مہینے ہوئے ہمارے پاس آئی تھی، مگر معارف میں ریویو کے لیے اس کثرت سے کتابیں آتی ہیں کہ مہینوں کے بعد اس کی نوبت آتی ہے، اس لیے اب تک یہ کتاب ہماری نظر سے نہیں گذری تھی، مگر اس نے ایک فتنہ کی شکل اختیار کر لی ہے اور ہمارے پاس اس کے بارہ میں استفسار کے مسلسل خطوط آرہے ہیں، اس لیے اس کے متعلق اظہار رائے ضروری ہوگیا، اس کتاب میں مصنف نے منہاج السنۃ کی تلخیص المنتقی پر محب الدین الخطیب کے حواشی سے زیادہ استفادہ کیا ہے، مگر اس میں ان کے قلم کے بھی اضافے ہیں، اس میں شبہہ نہیں کہ اس کی بعض تاریخی بحثیں بڑی قابل قدر ہیں لیکن اس میں حق کیساتھ باطل بھی اس طرح ملا ہوا ہے کہ اسکو جدا کرنا مشکل ہے، اور مجموعی حیثیت سے مصنف کی اسپرٹ اور کتاب کا مقصد بہت غلط ہے۔

~~~

یہاں تک تو بلا شبہہ صحیح ہے کہ مورخین نے بنی امیہ کے ساتھ بڑی بے انصافی کی ہے، واقعہ یہ ہے کہ حضرت عثمانؓ ہی کے زمانہ سے بنی امیہ کے خلاف ایک جماعت پیدا ہوگئی تھی، اس کے بعد حضرت علیؓ کے مقابلہ میں حضرت امیر معاویہؓ کی صف آرائی، پھر یزید کی ولیعہدی اور سب سے آخر میں واقعہ کربلا نے جن کو عام مسلمان بھی ناپسند کرتے تھے، اور واقعہ شہادت سے خاص طور سے متاثر تھے، بنی امیہ کے مخالفین کو ان کے خلاف پروپیگنڈے کا پورا موقع دیدیا اور انھوں نے انکی واقعی غلطیوں کی آڑ لیکر ان کے متعلق بہت سے مبالغہ آمیز واقعات بلکہ جھوٹے افسانے ان کی جانب منسوب کر دیے، اس میں ان قوموں نے زیادہ حصہ لیا جن کو مسلمانوں نے محکوم بنایا تھا، ان واقعات سے فائدہ اٹھا کر بنی عباس نے اپنی حکومت قائم کر لی، یہ بھی بنی امیہ کے سخت دشمن تھے، اسلیے ان کے زمانہ میں بھی

معارف نمبر ۶ جلد ۴۴ ۴۰۳ شذرات

بنی امیہ کی مخالفت برابر جاری رہی اور عباسی حکومت سندھ سے لیکر شمالی افریقہ تک تھی، اس لیے بنی امیہ کے متعلق جو افسانے بھی مشہور ہوگئے وہ پوری دنیائے اسلام میں پھیل گئے،

~~~

اسی زمانہ میں تاریخ نویسی کا آغاز ہوا، اس لیے وہ تمام افسانے جو پولیٹیکل مقصد سے تراشے گئے تھے، تاریخوں میں داخل ہوگئے، بنی امیہ کی بعض بدعتوں اور صریح غلطیوں سے انکار نہیں لیکن اسی کے ساتھ تاریخ اسلام میں ان کے شاندار کارنامے بھی ہیں، چنانچہ تاریخوں میں انکی مخالف روایات کے پہلو بہ پہلو ان کے کارنامے بھی نظر آتے ہیں، جو پروپیگنڈے کے حجاب میں عام نظروں سے چھپ کر رہ گئے تھے، مگر جب تحقیق و تنقید کا دور آیا تو بہت سے لغو افسانے مسترد قرار پائے اور بنی امیہ کی تصویر کا دوسرا رخ بھی نظر آنے لگا۔

~~~

اس پہلو سے اس دور کی تاریخ کا جائزہ لینا کوئی قابل اعتراض فعل نہیں ہے، بلکہ ایک علمی خدمت ہے اور مختلف زمانوں میں علماء و محققین اس کام کو انجام دیتے رہے ہیں، خود راقم نے سیر الصحابہ اور تاریخ اسلام میں بنی امیہ خصوصاً حضرت امیر معاویہؓ اور واقعہ کربلا کے متعلق تمام غیر معتبر روایات کی پوری تردید کی ہے اور بنی امیہ کی غلطیوں کے ساتھ ان کے کارنامے بھی دکھائے ہیں، مگر اس طرح کہ اس سے حضرت علیؓ اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما کے مرتبہ اور انکی عظمت میں کوئی فرق نہیں آنے پایا ہے، اسی لیے کسی شیعہ کو بھی اس پر اعتراض کا موقع نہ مل سکا، اگر مصنف "خلافت معاویہ و یزید" بھی غیر جانبداری اور اعتدال و توازن کے ساتھ ان واقعات کا جائزہ لیتے تو کم از کم کسی اہل علم کو ان پر اعتراض کرنے کا موقع نہ ملتا، مگر وہ بنی امیہ خصوصاً حضرت امیر معاویہؓ اور یزید کی مدافعت اور حمایت میں اتنا آگے بڑھ گئے کہ حضرت علیؓ اور حضرت امام حسینؓ کو ملزم بنانے میں بھی باک نہیں کیا ہے، انھوں نے واقعات پر جس طرح بحث کی ہے اور اس سے جو نتائج نکالے ہیں اس سے حضرت علیؓ اور حضرت امام حسینؓ خطاکار اور امیر معاویہؓ اور یزید برسر حق نظر آتے ہیں، جو نہ صرف جذباتی حیثیت سے قابل اعتراض بلکہ تاریخی حیثیت سے بھی غلط ہے۔
~~~

صدیوں کے پرانے واقعات تو مختلف رنگوں کا مجموعہ ہوتے ہیں، مورخ کا موئے قلم ان سے جیسی تصویر چاہے بنا سکتا ہے، یہی تصنیفی آرٹ محمود احمد صاحب عباسی نے بھی دکھایا ہے اور ایک مقصد کو سامنے رکھ کر اس کے مطابق واقعات کو توڑ مروڑ کر پیش کیا ہے، اور اس سے حسب منشا نتائج نکالے ہیں، اس لیے کتاب کا یہ پہلو تاریخی حیثیت سے بھی بہت کمزور ہے، امروہہ شیعوں کا ایک مرکز ہے، مصنف کا وطن بھی امروہہ ہے، معلوم ہوتا ہے کہ وہ ان کے زخم خوردہ ہیں اس لیے انھوں نے بھی اسی رنگ کی کتاب لکھ دی اور جو کتاب اس جذبہ سے لکھی جائے گی اس میں اعتدال و توازن قائم رکھنا مشکل ہو جاتا ہے، اسی بے اعتدالی کا شکار مصنف "خلافت معاویہ و یزید" بھی ہوئے ہیں۔

~~~~~~~~

اس کتاب کی اشاعت کا سب سے افسوسناک نتیجہ یہ ہے کہ اس سے شیعہ سنی اختلاف کا ایک نیا فتنہ کھڑا ہو گیا ہے، مگر غنیمت یہ ہے کہ اہل سنت نے بھی اس پر ناپسندیدگی ظاہر کی ہے، ممکن ہے مناظرانہ ذہنیت رکھنے والے کچھ سنی اس کے حامی نکل آئیں لیکن ان کی اکثریت اس کو ناپسند کرتی ہے، اور ان کے متعدد اکابر اس سے برأت ظاہر کر چکے ہیں، اس لیے ہم کو توقع ہے کہ شیعوں کا سنجیدہ طبقہ اس کو شیعہ سنی مسئلہ نہ بننے دے گا، ورنہ اگر اس کے جواب میں شیعوں نے گڑے مردے اکھاڑنا شروع کر دیے جیسا کہ بعض شیعہ اخبارات کر رہے ہیں تو پھر یہ مسئلہ واقعی شیعہ سنی مسئلہ بن جائیگا جس کے نتائج دونوں کے لیے مضر ہوں گے، اب یہ زمانہ ان پرانے قضیوں میں الجھنے کا نہیں ہے بلکہ انکو بھلا دینے کا ہے۔

~~~~~~~~

افسوس ہے کہ مولانا احمد سعید صاحب صدر جمعیۃ علمائے ہند نے ۴ دسمبر کو انتقال فرمایا، مولانا مرحوم ان علمائے دین میں تھے جن کی پوری زندگی ملک و ملت کی خدمت میں گذری، وہ جنگ آزادی کے نامور مجاہد تھے اور اس راہ میں بارہا قید و بند کی مصیبتیں جھیلیں، مولانا کفایت اللہ صاحب اور مولانا حسین احمد صاحب مرحوم کے بعد اس طبقہ کے علماء میں ایک مولانا احمد سعید ہی کی ذات رہ گئی تھی، وہ بھی ہم سے جدا ہو گئے۔

ع افسوس کز قبیلۂ مجنون کسے نماند

دینی، ملی اور سیاسی خدمات کے ساتھ مولانا بڑے خوش بیان خطیب تھے، دلی کی ٹکسالی زبان بولتے تھے، باتیں کرتے تو منہ سے پھول جھڑتے تھے، شرافت و وضعداری میں بھی دلی کی پرانی تہذیب کا نمونہ تھے، طبعاً بڑے زندہ دل اور خوش مذاق تھے جس محفل میں بیٹھتے تھے اپنی باتوں سے پوری محفل کو مائل کر لیتے تھے، عرصہ ہوا ایک سیاسی مقدمہ کے سلسلہ میں ان کو کچھ دنوں اعظم گڈھ میں رہنا پڑا تھا، دار المصنفین میں قیام تھا، اعظم گڈھ ہی کی عدالت سے ان کو سزا ہوئی اور یہیں کے جیل میں قید ہوئے، اس لیے مولانا کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا، اسی زمانہ سے ان کے حسن اخلاق اور پر لطف صحبت کا جو نقش قائم ہوا تھا وہ ابتک باقی ہے۔ مولانا اپنے دور کی آخری یادگار تھے، اس لیے ان کی وفات سے ایک دور کا خاتمہ ہو گیا، اللہ تعالیٰ اس خادم دین و ملت کو اپنی بے پایاں رحمت و مغفرت سے سرفراز فرمائے۔

~~~~~~~~

ہندوستان کی آزادی کے بعد مسلمان بچوں کی مذہبی تعلیم کا مسئلہ بہت اہم ہو گیا ہے، انگریزوں کے زمانہ میں نظام تعلیم بڑی حد تک سیکلر تھا، انھوں نے تعلیم کے ذریعہ کسی فرقہ کی تہذیبی خصوصیات کو مٹانے کی کوشش نہیں کی تھی، ان کے زمانہ میں نیم سرکاری اسلامی مکاتب کا سلسلہ بھی تھا، جو اب قریب قریب ختم ہو رہا ہے، ابتدائی تعلیم جبری نہ تھی، اردو اور ہندی کا درجہ برابر تھا، اب تعلیم جبری ہو رہی ہے، اردو عملاً تعلیم سے خارج کر دی گئی ہے، اور ہندی کی تعلیم اس کی تمام کلچری خصوصیات کے ساتھ لازمی ہو گئی ہے، ابتدائی تعلیم کی کتابیں تمامتر ہندو مذہب اور ہندو کلچر کی ترجمان ہیں اسلیے جو بچے ان اسکولوں میں پڑھتے ہیں وہ اپنی تہذیب و روایات سے بیگانہ ہوتے جاتے ہیں۔

~~~~~~~~

پہلے اگر مذہب کی باقاعدہ تعلیم نہیں بھی ہوتی تھی تو ہر مسلمان کے گھر کا ماحول ایسا ہوتا تھا کہ بچے اپنے مذہب اور اپنی روایات سے بیگانہ نہیں ہونے پاتے تھے، اب ہماری لڑکیاں بھی یہی تعلیم حاصل کرینگی اس لیے خود ان کا کلچر بدل جائے گا اور ان کی گود میں جو بچے پلیں گے، نہ صرف انکی مادری زبان ہندی ہو جائے گی بلکہ وہ تمامتر ہندو کلچر کے

رنگ میں رنگ جائینگے اور انکی ملی خصوصیات ختم ہو جائیں گی، اگر مسلمان اپنی مذہبی تعلیم کا کوئی دوسرا نظام قائم کرتے ہیں تو اس میں بھی طرح طرح کی دشواریاں اور پیچیدگیاں ہیں، اس لیے یہ مسئلہ عرصہ سے مسلمان اصحابِ فکر کے سامنے ہے اور اسکے حل کی بعض ابتدائی اور انفرادی کوششیں بھی کی گئیں، مگر ایسے مسائل اس قسم کی کوششوں سے حل نہیں ہوتے، اسلیئے قاضی عدیل احمد صاحب عباسی وکیل بستی نے جو ایک دردمند اور عملی مسلمان ہیں، اسکی جانب اجتماعی قدم اٹھایا ہے اور ان مسائل پر غور اور اسکی مشکلات کو حل کرنے کیلئے ۳۰-۳۱ر دسمبر ۵۹ء کو مولانا سید ابوالحسن علی کی صدارت میں بستی میں ایک دینی تعلیمی کنونشن کر رہے ہیں ہم کو توقع ہے کہ اس مسئلہ سے دلچسپی رکھنے والے مسلمان عموماً اور تعلیمی تجربہ اور تعلیمی اداروں سے تعلق رکھنے والے خصوصاً اس کنونشن میں ضرور شریک ہونگے۔

اردو میں یہ بڑی کمی تھی کہ اس میں اسلامیات کی کوئی انسائیکلوپیڈیا نہ تھی، یہ کام اس حیثیت سے تو زیادہ دشوار نہ تھا کہ لائڈن کی انسائیکلوپیڈیا آف اسلام موجود ہے، ضروری ترمیم و اضافہ کے ساتھ اسی کا ترجمہ کیا جاسکتا تھا، عربی دائرۃ المعارف الاسلامیہ بھی اسی کا ترجمہ ہے، مگر یہ کام بجائے خود آسان نہ تھا، اور پاکستان ہی میں ہو سکتا تھا، چنانچہ کئی سال ہوئے لاہور یونیورسٹی کے زیر اہتمام اس کو شروع کیا گیا تھا اور اس کی بنیاد بھی انسائیکلوپیڈیا آف اسلام ہی پر ہے، اب اس کے دو اجزاء عمدہ کاغذ اور خوبصورت ٹائپ میں شائع ہو گئے ہیں، انسائیکلوپیڈیا آف اسلام کی پہلی جلد کی جو A سے D تک کے حروف پر مشتمل ہے نظر ثانی اور ترمیم ہو رہی ہے، اس لیے "اردو دائرۂ معارف اسلامیہ" کو الف اور ب چھوڑ کر ت سے شروع کیا گیا ہے، یہ دونوں حروف انسائیکلوپیڈیا آف اسلام کی ترمیم شدہ جلد کی اشاعت کے بعد شائع ہوں گے، اس کے ادارۂ تحریر میں پروفیسر شفیع صاحب جیسے فاضل اہلِ نظر شامل ہیں، اس لیے یقین ہے کہ انسائیکلوپیڈیا آف اسلام میں جو فرد گذاشتیں ہیں، ان کی تصحیح اور ضروری ترمیم و اضافے کر دیے جائیں گے، اور اردو دائرہ معارف اسلامیہ ہر حیثیت سے جامع و مکمل ہو گی، اگر یہ کام انجام پا گیا تو لاہور یونیورسٹی کا بڑا کارنامہ ہو گا۔

مقالات

فقہ اسلامی کے مآخذ

از جناب مولانا محمد تقی صاحب امینی صدر مدرس دارالعلوم معینیہ اجمیر

(۴)

تخفیف و سہولت کی ایک دوسری صورت فقہی احکام میں تخفیف و سہولت کی ایک صورت یہ ہے کہ احکام و قوانین کے نفاذ میں اصول تدریج سے کام لیا جائے، یعنی ابتداءً ذہن و مزاج کو اسکے لیے تیار کیا جائے اور رفتہ رفتہ اس کے قبول کرنے کی صلاحیت پیدا کیجائے، جب صلاحیت پیدا ہو جائے گی تو خود بخود اس کو قبول کرنے کیلئے آمادہ ہو جائے گا۔

دنیا کا کوئی قانون اور کوئی نظام اوپر سے نہیں مسلط کیا جا سکتا، بلکہ وہ اندر سے ابھرتا ہے اور اپنا مقام خود پیدا کرتا ہے، اور اک بارگی اس کے اثرات زندگی میں نہیں نمایاں ہوتے بلکہ ذہنیت کی تبدیلی اور فضا کو سازگار بنانے کے لیے ایک مدت درکار ہوتی ہے، اس بات کی توقع کیسے کی جاسکتی ہے کہ دنیا کی کوئی قوم و جماعت کسی نئے نظام اور نئے قوانین کا نام سنتے ہی اپنی طبیعت و مزاج کے سانچہ کو یکسر بدل کر اور تمام پرانے بتوں کو توڑ کر خوش آمدید کرنے کے لیے تیار ہو جائے گی اور حکومت کی جانب سے اعلان ہوتے ہی اس پر عمل ہونے لگے گا۔

۲۳ سال کی مدت میں قرآن مجید کا نزول اور احکام و قوانین کے نفاذ میں قومی مزاج و طبیعت کا

لحاظ اور تدریج کی رعایت اور ہر موقف کے مناسب حال تخفیف و سہولت کی صورتیں وغیرہ اس امر کی شاہد ہیں کہ کسی حکم کو دل میں اتارنے کے لیے سب سے کلیدا طریقہ تدریج ہے، اگر ان کو یک بیک مسلط کرنے کی کوشش کیجائے تو ذہنی سانچہ سے مطابقت نہ ہونے کی وجہ سے بڑی دشواریوں اور شقتوں کا سامنا ہوگا، اور نتیجہ یہ نکلے گا کہ بہت سی مسلمہ صداقتیں بھی مشکوک نظر آئیں گی، اور معیشت و معاشرت کے بعض ایسے مسائل میں بھی تبدیلی کی ضرورت محسوس ہوگی جو قیام و بقا کے لیے ضروری ہیں، اور جن کے بغیر کوئی صالح معاشرہ وجود ہی میں نہیں آسکتا،

اس سلسلہ میں قرآن حکیم کے "اصول نسخ" سے بھی مدد مل سکتی ہے، جس کی حیثیت فقہاء کی نظر میں "تعبیر و تفسیر" اور "بیان" کی ہے، یعنی معاشرتی زندگی کے حالات و تقاضا کی مناسبت سے اصل روح اور مقصد کو برقرار رکھتے ہوئے احکام میں توسیع و تخفیف اور تعمیم و تخصیص کی صورت پیدا کی جائے، حضرت شاہ ولی اللہ کہتے ہیں :

والثانی ان یکون شیئ مظنة	نسخ کی دوسری قسم یہ ہے کہ کسی مصلحت کی رعایت
مصلحة او مفسدة فیحکم علیه	سے یا مفسدہ کے اندیشہ سے کوئی حکم دیا جائے
حسب ذلك ثم یاتی زمان لایکون	پھر ایسا زمانہ آجائے کہ اس میں یہ مقصود
فیه مظنة بها فیتغیر الحکم[1]	نہ رہ جائے تو وہ حکم بدل جائے گا،

سلف صالحین کے زمانہ میں اس اصول نسخ سے کافی مدد لی گئی ہے، اور فقہاء نے بھی وقتی حالات و مصالح کی بنا پر "قوت نافذہ" کے اتنے وسیع اختیارات مانے ہیں کہ بعض جائز معاملات کو بھی وقتی طور پر وہ ممنوع قرار دے سکتی ہے، اور بعض کے نفاذ کو موخر کر سکتی ہے، اس ذیل میں بہت سے ایسے وسائل و ذرائع آسکتے ہیں جو معاشرتی حالات کے پیش نظر اختیار کیے گئے تھے، مگر جب وہ حالات باقی نہیں رہ گئے ہیں تو لازمی طور سے ان میں ترمیم و تبدیلی کی ضرورت ہوگی،

(حاشیہ: سلف کے زمانہ میں اس سے کافی مدد لی گئی)

---

[1] حجۃ اللہ البالغہ ص ۱۲۲

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسب ذیل طرز عمل سے اس اصول پر روشنی پڑتی ہے، "حطیم" خانہ کعبہ کا ایک حصہ تھا، جو عرصہ سے خانہ کعبہ کی عمارت میں شامل نہ تھا، اس کے باوجود رسول اللہ صلعم نے قومی مزاج کی رعایت کرتے ہوئے کعبہ کی عمارت میں اس کو شامل نہ فرمایا، اور حضرت عائشہ صدیقہؓ سے اس کی یہ وجہ بیان فرمائی :

لولا حداثان قومك بالکفر	اگر قوم کفر سے نکل کر نئی نئی اسلام میں نہ داخل
لنقضت الکعبة وبنیتها علی	ہوئی ہوتی تو کعبہ کو توڑ کر اساس ابراہیم
اساس ابراهیم	پر اسکو بناتا (اور حطیم کو اس میں شامل کرتا)

دراصل ہر دور میں معاشرتی و تمدنی حالات بدلتے رہتے ہیں اور پھر اسی مناسبت سے احکام و قوانین میں تبدیلی کا سوال اٹھتا ہے، لیکن "جواہر تمدن" اور "جراثیم تمدن" میں فرق کرنا ضروری ہے اور ہدایت الٰہی کی روشنی کے ذریعہ فرق سمجھا جا سکتا ہے، ورنہ "برعکس نام نہند زنگی کافور" مثل صادق آئے گی اور انسان ترقی اور تمدن کے نام پر نہ معلوم کتنے "جراثیم" کو "جواہر" سمجھ کر ان کو تمدن کا جزء بنالے گا اور تمدن کی خدمت کرنے کے بجائے ان کا دشمن بن جائے گا،

(۲) الحرج مرفوع — حرج اٹھا یا گیا ہے

(حاشیہ: حرج اٹھا یا گیا ہے)

قرآن حکیم میں اس اصول کی بنیاد حسب ذیل آیات ہیں :

مَا جَعَلَ عَلَیْكُمْ فِی الدِّیْنِ مِنْ	اللہ نے تمھارے لیے دین میں تنگی نہیں
حَرَجٍ (الحج)	رکھی ہے
مَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیَجْعَلَ عَلَیْكُمْ مِنْ	اللہ تمھارے اوپر تنگی نہیں چاہتا لیکن ضرور
حَرَجٍ وَّلٰكِنْ یُّرِیْدُ لِیُطَهِّرَكُمْ (المائدہ)	چاہتا ہے کہ تمھیں پاک و صاف رکھے۔

(حاشیہ: حرج کی تحقیق)

ان آیتوں میں دین کے معاملہ میں "حرج" کی نفی کی گئی ہے، حرج کا مفہوم عرب کی لسانیات

زبان میں یہ منقول ہے:

الحرجة من الشجر ما ليس له مخرج[1] — وہ گھنی جھاڑی (جس میں الجھے بغیر) نکلنے کا کوئی راستہ نہ ہو،

حضرت عائشہؓ نے "حرج" کے معنی "ضیق" (تنگی) بیان کیے ہیں۔[2]

فقہ میں ہے:

اصل الحرج الضيق[3] — حرج کی اصل تنگی ہے

ایک مرتبہ حضرت ابوہریرہؓ نے ترجمان القرآن حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے پوچھا کہ دین میں تنگی نہ ہونے کا کیا مطلب ہے، جبکہ ہم اپنی خواہشات و مرغوبات سے روک دیے گئے ہیں، انھوں نے فرمایا تنگی نہ ہونے کا یہ مطلب ہے کہ قدیم قوموں کے لیے (ان کے مناسب حال) جو سخت احکام مقرر کیے گئے تھے، ویسے سخت احکام اس امت کے لیے نہیں مقرر ہوئے،[4]

ایک اور موقع پر حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ "دراصل یہ اسلام کی وسعت کا بیان ہے کہ احکام و قوانین کی دشواری (تنگی) کی تلافی و تدارک کے لیے مختلف صورتیں اور مختلف طریقے مقرر ہیں،

انما ذلك سعة الاسلام ما جعل الله من التوبة والكفارات[5] — یہ اسلام کی اس وسعت کا بیان ہے جو اللہ نے توبہ اور کفارہ کی شکل میں تدارک کی صورتیں مقرر کی ہیں،

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی ان توضیحات سے دو باتیں ظاہر ہوتی ہیں،

(۱) دین میں سخت قسم کے احکام (تنگی والے) نہیں ہیں (۲) انسانی کمزوری اور سماجی خرابی کی وجہ سے اگر بعض احکام سخت ہیں تو ان کے سدھار کی مختلف صورتیں ہیں،

حضرت عکرمہؓ نے حرج کی نفی سے اسلام کی وسعت مرادلی ہے — حضرت عکرمہؓ (جلیل القدر تابعی) نے اسلام کی وسعت اور حرج کی نفی سے احکام و قوانین میں وہ لچک مرادلی ہے، جو حالات و مقامات کی مناسبت سے زیادہ

---

[1] الموافقات ج ۲ ص ۱۵۹ [2] تفسیر کشاف ص ۲۹۲ تفسیر کبیر ص ۱۲۸ حاشیہ تفسیر کبیر ص ۳۸۰ [3] الموافقات ج ۲ ص ۱۵۹ [4] تفسیر کبیر وغیرہ [5] الموافقات ج ۲ ص ۱۵۹

سختی کو انگیز کر لیتی ہے، ان کے الفاظ یہ ہیں،

ما احل لكم من النساء مثنى و ثلاث و رباع[1] — یعنی اللہ تعالیٰ نے دو دو تین تین اور چار چار عورتوں سے شادی کی اجازت دی ہے،

معاشرتی زندگی میں ازدواجی زندگی کا مسئلہ نہایت اہم اور نازک ہے، اس میں اسلام نے اپنے دستور کے مطابق مقصود کے درجہ میں سب سے زیادہ زور عدل و توازن پر دیا ہے، حالات و مقامات کی مناسبت سے اگر یہ عدل و توازن اپنی حیثیت کے مطابق ایک عورت کے ساتھ شادی کرنے سے پیدا ہوتا ہے، تو اسکی اجازت ہے، اور اگر ایک سے زیادہ کے ساتھ شادی کرنے سے ہوتا ہے تو چار تک کی اجازت ہے،

بالکلیہ شادی نہ کرنے کی اجازت اس بنا پر نہیں ہے کہ یہ حالت انسان کی طبعی و تمدنی زندگی کے موافق نہیں ہے، بالفرض اگر حالات سازگار نہیں ہیں تو ایسی صورت میں انسان حالات کو سازگار بنانے کا مکلف ہے،

یہ وسعت اس لیے نہیں ہے کہ اس کو ہوس رانی کا ذریعہ بنایا جائے یا اس کے ذریعہ معاشرتی زندگی کی ہمواری ختم اور حقوق کی پامالی کی جائے بلکہ اس لیے ہے کہ انسان اپنے فطری حق سے محروم نہ رہے اور اس کے ذریعہ معاشرتی ہمواری پیدا ہو،

اسلام کی نظر میں اصل چیز زندگی میں عدل و توازن اور معاشرہ میں ہمواری ہے، اس کے لیے طریقۂ کار کیا اختیار کیا جائے؟ اس پر اس نے زیادہ زور نہیں دیا ہے، بلکہ انسان کی نفسیاتی اور مزاجی کیفیت کے پیش نظر اونچی اور نیچی حد کی تعیین پر اکتفا کیا گیا ہے،

اس اجازت سے اگر ہر مقام اور ہر حالت میں کام لیا گیا تو زندگی میں عدل و توازن باقی نہ رہے گا، اور اگر ہر حالت اور مقام سے اس کو ختم کرنے کی کوشش کی گئی تو یہ حرج (تنگی) کی صورت ہوگی جس کا نتیجہ

---

[1] الموافقات ج ۲ ص ۱۵۹

جنسی آوارگی کی شکل میں ظاہر ہو کر پورے معاشرہ کو تباہ کر دے گا،

اس قسم کے معاملات میں نہ ترقی پسندی سے مرعوب ہونے کی اور نہ کشمکش سے گھبرا کر زندگی سے گریز اختیار کرنے کی ضرورت ہے، بلکہ اصل چیز حالات و مقامات کا صحیح تجزیہ کر کے موقع و محل کی تعیین اور پھر اسی مناسبت سے مقررہ احکام و قوانین کے "فٹ" کرنے کی ضرورت ہے۔

حالات و مقامات کا صحیح تجزیہ کرنا آسان نہیں ہے، ہر دور کا یہ مشکل ترین کام سمجھا گیا ہے، اس کو سمجھے بغیر فراخی اور تنگی کا فیصلہ بہت دشوار ہے،

انسان کی عملی زندگی میں الٰہی شریعت کا کردار ماہر طبیب کے جیسا ہے

اصل یہ ہے کہ انسان کی عملی زندگی میں شریعت الٰہیہ کی حیثیت ایک ماہر طبیب جیسا ہے جو نبض کی حرکت، مریض کی حرارت و برودت اور مرض و مزاج کی کیفیت و نوعیت دیکھکر دوا اور غذا تجویز کرتا ہے، تاکہ دواؤں اور غذاؤں کے ذریعہ طبیعت میں اعتدال و توازن پیدا کر کے اس کی قوت مدافعہ بحال کر دیجائے کہ وہ خود ہی مرض کا استیصال کرتی رہے۔

ظاہر ہے کہ مریض اور مرض کی تشخیص و تجویز کا کام کس قدر مشکل ہے؟ اور اس مقصد تک پہنچنے کے لیے کتنے مراحل درکار ہیں؟ اور ہر مرحلہ میں گرمی و سردی اور نرمی سختی کا اندازہ لگا کر دوا اور غذا میں مناسب ترمیم کا معاملہ کتنا اہم ہے؟

فعل الطبیب الرفیق یحمل المریض	الٰہی شریعت کا کردار ایک شفیق طبیب کی طرح
علی ما فیه صلاحه بحسب حاله	ہے جو مریض کی حالت، عادت، مریض کی قوت
وعادته وقوة مرضه وضعفه	اور ضعف کے تقاضے کے مطابق مریض کو مرض
حتی اذا استقلت صحته هیأ له	کی اصلاح پر آمادہ کرتا ہے، یہانتک کہ جب
طریقا فی التدبیر وسطا لائقا	مریض کی صحت مستقل ہو جاتی ہو تو اس کے لیے
فی جمیع احواله[1]	ایک ایسا معتدل لائحہ عمل تجویز کر دیتا ہے جو اس کی تمام حالتوں کے مناسب ہوتا ہے۔

احکام و قوانین کے جامع سسٹم تک پہنچنے کیلئے مختلف مراحل درکار ہیں

اس میں شک نہیں کہ جس طرح اطبا کے یہاں دواؤں اور غذاؤں کا "پورا کورس" موجود ہوتا ہے، اسی طرح احکام و قوانین کا ایک جامع سسٹم ہے، لیکن اس کو برمحل منطبق کرنے کے لیے حالات و تقاضے کو سمجھنا اور مختلف طریقے اختیار کر کے معاشرہ کو کورس کی تکمیل کے قابل بنانا نازک ترین کام ہے، ختم نبوت اور تکمیل ہدایت کا یہ مطلب ہے کہ معاشرہ کو مختلف مراحل سے گذار کر ایک معیاری معاشرہ کی تشکیل کے لیے ایک مکمل کورس اور ایک "جامع سسٹم" عطا کر دیا گیا ہے۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ انسان اس معاشرہ کے تمام درمیانی مراحل چھوڑ کر چھلانگ لگا کر "جامع سسٹم" کی بلند چوٹی پر پہنچنے کی کوشش کرے۔

اصل چیز زندگی میں عدل و توازن ہے اس کے لیے مختلف مراحل کا ثبوت

ذیل میں بعض وہ آیتیں اور حدیثیں پیش کی جاتی ہیں جن سے بتدریج اور مختلف طریقوں سے زندگی میں عدل و توازن کی کیفیت پیدا کرنے کا ثبوت ملتا ہے۔

ابتدا میں اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم کی بہت سی آیتوں میں مختلف انداز سے ان کائناتی تصرفات کی طرف توجہ دلائی جن پر دنیوی زندگی کا قیام و بقا موقوف ہے، اور جب دنیا کی طرف رغبت اور توجہ میں بے اعتدالی ظاہر ہونے کا اندیشہ ہونے لگا تو مختلف انداز سے دنیا کی بے وقعتی اور بے ثباتی کا بیان کیا گیا ہے۔

وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا اِلَّا لَعِبٌ	دنیا کی زندگانی تو کچھ نہیں ہے محض لہو و لعب ہے
وَّلَهْوٌ وَلَلدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ	اور متقیوں کے لیے یقیناً آخرت ہی کا گھر بہتر ہے،
لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ (الانعام)	افسوس کہ تم اتنی بات بھی نہیں سمجھتے۔

[1] الموافقات ج ۲ ص ۱۶۳

وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا اِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ (عنکبوت)

یہ دنیوی زندگی محض لہو ولعب ہے، اصلی زندگی واقعی دار آخرت ہے، کاش کہ لوگ جانتے ،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے :

ان مما اخاف علیکم ما یفتح لکم من زهرات الدنیا وزینتها [1]

مجھے زیادہ اندیشہ اس حالت سے ہے جبکہ دنیا کی فتوحات اسکی زیب و زینت اور تر و تازگی تمہیں حاصل ہوگی،

ایک اور موقع پر آپ نے فرمایا :

فو الله لا الفقر اخشیٰ علیکم ولکن اخشیٰ علیکم ان تبسط علیکم الدنیا کما بسطت علی من کان قبلکم فتنافسوها کما تنافسوها وتهلککم کما اهلکتهم [2]

واللہ مجھے تمھارے فقر و افلاس سے اندیشہ نہیں ہے بلکہ اس بات کا زیادہ اندیشہ ہے کہ جب تم کو بھی ویسی ہی دنیاوی فراغت و وسعت حاصل ہوگی جیسی کہ تمھارے اگلوں کو حاصل تھی کہ تم بھی اس میں اسی طرح مبتلا ہو جاؤ گے جس طرح وہ لوگ مبتلا ہوگئے، پھر وہ تم کو اسی طرح ہلاک کر دیگی جس طرح انکو ہلاک کیا ہے ۔

مگر جب معاشرہ کی تشکیل اس منزل پر پہنچ گئی کہ بے اعتدالی کا زیادہ اندیشہ نہ رہ گیا تو فرمایا،

قل من حرم زینة الله التی اخرج لعبادہ والطیبات من الرزق (الاعراف)

آپ کہہ دیجئے کہ اللہ کی زینتیں جو اس نے اپنے بندوں کے برتنے کے لیے پیدا کی ہیں اور کھانے پینے کی اچھی چیزیں کس نے حرام کی ہیں ۔

دوسری جگہ پیغمبروں کے ضمن میں قوم کو حکم دیا گیا ہے :

یاایها الرسل کلوا من الطیبٰت

اے پیغمبرو ! پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور عمل صالح

---

[1] بخاری ومسلم [2] ایضاً

واعملوا صالحاانی بما تعملون علیم (المومنون)

کرو جو عمل تم کرتے ہو وہ مجھ سے پوشیدہ نہیں ہیں،

البتہ اس میں اعتدال قائم رکھنے کے لیے مختلف قسم کی پابندیاں لگا کر غذاؤں، دواؤں (ماموراۃ) اور پرہیزوں (منہیات) کا ایک مکمل کورس بنا دیا گیا جس پر عمل سے پھر کسی نقصان کا اندیشہ باقی نہیں رہتا،

ان کے علاوہ کتاب و سنت میں بہت سی آیتیں و حدیثیں ہیں جو زندگی کے مختلف مراحل کا پتہ دیتی ہیں اور ان کے مفہوم میں ظاہری فرق محض زندگی میں اعتدال پیدا کرنے کے لیے ہے مثلاً ایک جگہ ہے :

اِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ (البقرہ)

جو کچھ تمھارے دل کے اندر ہے خواہ تم اسے ظاہر کرو یا پوشیدہ رکھو ہر حال میں اللہ اسکا جاننے والا ہے اور وہ تم سے اسکا ضرور حساب لے گا (تم اپنے اندر کا گناہ دنیا کی نظروں سے چھپا سکتے ہو، لیکن اللہ کے محاسبہ سے نہیں بچ سکتے ۔)

اس کے بعد ہے :

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ (البقرہ)

اللہ کسی شخص پر اسکی وسعت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا ہے جس نے اچھے کام کیے اس کا نفع اسی کیلئے ہے اور جس نے برے کام کیے اس کا وبال بھی اسی پر ہے۔

ایک اور جگہ اسی سلسلہ میں ہے :

قُلْ لِعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

میرے ان بندوں سے آپ کہہ دیجئے جنھوں نے

عَلٰٓی اَنْفُسِھِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَۃِ اللّٰہِ اِنَّ اللّٰہَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا اِنَّہٗ ھُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ (الزمر)

(ارتکاب جرم کرکے) اپنے اوپر زیادتی کی ہو کر وہ اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہوں، یقیناً اللہ سارے گناہوں کو بخشدیگا وہ بڑا غفور رحیم ہے۔

یا مثلاً جب یہ آیت نازل ہوئی:

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اَمْوَالُکُمْ وَاَوْلَادُکُمْ فِتْنَۃٌ (الانفال)

اور یاد رکھو کہ تمھارا مال اور تمھاری اولاد (تمھارے لیے) فتنہ (ایک آزمایش) ہے۔

تو لوگوں کو مال اولاد اور ازدواجی زندگی سے بے رغبتی ہونے لگی اور بعض نے تو رسول اللہؐ سے مجرد رہنے اور دنیوی علایق سے کنارہ کشی اختیار کرکے ترک دنیا کی اجازت چاہی لیکن آپ نے دنیوی علایق کی طرف رغبت دلاتے ہوئے معتدل زندگی ہی کو صحت مند زندگی قرار دیا، اور اس پر ثابت قدم رہنے کی تاکید فرمائی،

لکنی اصوم وافطر واصلی وارقد واتزوج النساء فمن رغب عن سنتی فلیس منی[1]

مجھے دیکھو میں روزہ (نوافل) رکھتا بھی ہوں اور نہیں بھی رکھتا، نماز پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں، اور عورتوں سے شادی کرتا ہوں جس شخص نے میرے اس (معتدل) طریقہ سے روگردانی کی یاد رکھو وہ میرے گروہ سے نہ ہوگا۔

یہ دراصل رسول اللہؐ نے ان تین اشخاص کے جواب میں فرمایا تھا جن میں سے ایک نے دائمی روزہ رکھنے، دوسرے نے دائمی شب بیداری کرنے اور تیسرے نے ہمیشہ مجرد رہنے کا عہد کیا تھا۔ اس سے اسلامی زندگی کے اعتدال و توازن کا پتہ چلتا ہے۔

اجتماعی کے علاوہ انفرادی زندگی میں اعتدال پیدا کرنے کی صورتیں

یہ تدبیریں تو اجتماعی اور معاشرتی زندگی میں اعتدال پیدا کرنے کے لیے تھیں، اسی طرح انسان کی انفرادی زندگی میں اعتدال پیدا کرنے کے لیے

[1] بخاری ومسلم ونسائی

بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مختلف طریقہ کار اور مختلف تدبیریں اختیار فرماتے تھے، آپ کے پاس مختلف قسم کے لوگ آتے اور افضل اعمال (سب سے زیادہ فضیلت کا کام) کے بارے میں سوال کرتے تھے، یا بغیر سوال کے بعض اعمال کی طرف آپ لوگوں کو توجہ دلاتے تھے، جو حالات کے لحاظ سے مختلف ہوتی تھی، مثلاً کسی سے آپ نے نماز کو افضل اعمال فرمایا اور کسی سے والدین کی خدمت کو اور کسی سے جہاد کو، ان کے علاوہ بھی بہت سے اعمال کو آپ نے افضل قرار دیا ہے، اور یہ تفاوت اشخاص کے حالات اور ان کی نفسی کیفیت کی بنا پر ہوتا تھا، آپ لوگوں کی حالت سمجھکر یہ اندازہ لگا لیتے تھے کہ اس شخص کی زندگی میں بے اعتدالی کن راہوں سے آسکتی ہے، اور احکام و قوانین میں کس کو مقدم و موخر کرنے سے یہ بے اعتدالی دور ہو سکتی ہے، یہ قدرتی بات ہے کہ ہر شخص کی عملی زندگی مختلف ہوتی ہے کسی شخص کا کوئی پہلو کمزور ہوتا ہے کسی کا کوئی، اس لیے جو پہلو کمزور ہوگا اسی کی اصلاح پر زیادہ زور دیا جائے گا، اس لیے ہر شخص کے افضل اعمال یکساں نہیں ہو سکتے، مثلاً ایک مالدار شخص کے لیے مال و دولت خرچ کر دینا آسان ہے لیکن جسمانی مشقت زیادہ مشکل، ایسے شخص کے لیے وہ اعمال زیادہ فضیلت والے ہوں گے، جن کا تعلق جسمانی مشقت سے ہے، یا جو شخص جسمانی مشقت کا عادی ہے لیکن مال و دولت کا زیادہ حریص ہے، اس کو مال و دولت کے خرچ پر زور دیا جائے گا اور وہی اس کے لیے افضل قرار پائے گا، اس طرح دوسرے احکام و اعمال کے موقع و محل کو بھی سمجھنے کی ضرورت ہے،

فقہا کے بیان سے اسکی تائید و تصدیق

فقہا لکھتے ہیں:

وھکذا تجد الشریعۃ ابدا فی مواردھا و مصادرھا[1]

اسی طرح تم شریعت کو ہر مقام اور محل کی مناسبت سے ان خصوصیات کا حامل پاؤگے۔

پھر آگے کہتے ہیں:

وعلی نحو من ھذا الترتیب یجری

ایک ماہر طبیب غذاؤں کے بارے میں سوالات کے

[1] الموافقات ج ۲ ص ۱۶۷

الطبیب الماهر ابتداءً علی ما یقتضیه الاعتدال فی توافق مزاج المغتذی مع مزاج الغذاء ویخبر من سأله عن بعض المأکولات التی یجهلها المغتذی اهو غذاء ام سم ام غیر ذلک فاذا اصابته علة بانحراف بعض الاخلاط قابله فی معالجته علی مقتضی انحرافه فی الجانب الآخر لیرجع الی الاعتدال وهو المزاج الاصلی والصحة المطلوبة [1]

جواب میں ایسی ہی ترتیب پر عمل کرتا ہے جو وہ کسی شخص کے مزاج اور غذا کے مزاج میں اعتدال و ہم آہنگی پیدا کرنا چاہتا ہو، جب وہ دیکھتا ہے کہ کسی شے کے استعمال سے بعض اخلاط مضمحل ہو جاتے ہیں اور ان سے مطلوب نتیجہ حاصل ہونے میں رکاوٹ پیدا ہوتی ہے یا دیر لگتی ہے تو فوراً دوسری جانب کی رعایت سے اس کا "توڑ" کرتا ہے، اور تقدیم و تاخیر نیز کمی بیشی کے مختلف طریقوں کے ذریعہ اعتدال و ہم آہنگی کو واپس لاتا ہے، یہ اعتدال ہی انسان کا مزاج اصلی ہے اور یہی مطلوبہ صحت ہے جس کے لیے مختلف مدارج سے گذرنا پڑتا ہے۔

مذکورہ نکتہ سمجھ لینے کے بعد بڑی حد تک فقہی احکام و قوانین میں "حرج" کی گتھی سلجھ سکتی ہے اور معاشرت و تمدن کے نئے پیدا شدہ مسائل کے حل میں جن کے بارے میں تبدیلی اور ترمیم کا سوال اٹھتا رہتا ہے اس سے بڑی مدد ملتی ہے۔

حرج کی حدیں

وہ مسائل جن میں واقعی "حرج" کی صورت پیدا ہوتی ہو اور "الحرج مرفوع" کے اصول کو عمل میں لانے کی ضرورت ہو، ان کے بارہ میں حسب ذیل حد بندیاں اور پابندیاں ہیں:

"حرج" کی حد بندی کرتے ہوئے فقہاء لکھتے ہیں:

اصل الحرج الضیق فما کان من

حرج کی اصل تنگی ہے اس لیے جو مشقتیں عادۃً

[1] الموافقات ج ۲ ص ۱۶۷

معتادات المشقات فی الاعمال المعتاد مثلها فلیس بحرج لغة ولا شرعاً [1]

روزانہ کے کام کاج میں ہوتی ہیں، وہ حرج میں نہ داخل ہوں گی، نہ لغوی اعتبار سے اور نہ شرعی اعتبار سے۔

اس کی مزید تشریح یہ ہے

کیف وهذا النوع من الحرج وضع لحکمة شرعیة وهی التمحیص والاختبار حتی یظهر فی الشاهد ما علمه الله فی الغائب [2]

ابتلا (یعنی مطلقاً حرج سے گلوخلاصی) کیسے ہو سکتی ہے جبکہ نہ کسی درجہ میں حرج کا ہونا تو شرعی حکمت میں داخل ہے یعنی احکام و قوانین کے ذریعہ انسان کی آزمایش ہو، مختلف کسوٹیوں پر اس کو کسا جائے تاکہ اس کی اندرونی چیزیں ابھر کر سامنے آئیں

یہ ابتلاء و آزمایش ترک و اختیار دونوں سے متعلق احکام میں ہوتی ہے،

والابتلاء یتعلق بالمشروع وغیر المشروع فعلاً وترکاً [3]

ابتلاء و آزمایش کا تعلق مامورات و منہیات دونوں قسم کے احکام سے ہے۔

حرج و تنگی کی ایک صورت تو دنیوی معاملات و کاروبار میں ہے، دوسری صورت دینی و ملی معاملات و مسائل میں، مثلاً اگر کسی حکم و قانون پر عمل درآمد سے اس سے زیادہ اہم بات میں تنگی و دشواری پیدا ہوتی ہے (واجب کا ترک لازم آتا ہو یا حرام فعل کے مرتکب ہونے کی نوبت ہو) تو شرعی اعتبار سے اس قسم کی مشقت کا ازالہ ضروری ہوگا اور جب کسی اصول دین کی پامالی کا اندیشہ ہوگا تو دنیوی حرج پر بھی اس کو فوقیت حاصل ہوگی۔

ان اصول الدین تقدم علی اعتبار النفس والاعضاء

اصول دین (کی حفاظت) تو انسانی جان اور جوارح پر مقدم ہے، البتہ جو احکام

[1] الموافقات ج ۲ ص ۱۰۹ [2] ایضاً [3] کیدانی ص ۱

اما غیر اصول الدین فانّ تعلّم الاحکام فیھا غیر ذلک[له] — اصول دین سے نہیں ، اس کا حکم دوسرا ہے ،

حرج کے پہچان کی ایک تدبیر

فقہاء نے ایسی حرج اور مشقت کی پہچان کے لیے جن کے سمجھنے میں عام نظریں دھوکا کھاتی ہیں ، بعض اصول بنائے ہیں جو یہ ہیں : کام میں جو مشقت اور تنگی ہوتی ہے ، اس کے تین درجے کیے جائیں ، اعلیٰ ، ادنیٰ اور اوسط ۔ اعلیٰ یہ کہ اگر اس مشقت سے کچھ ہی زیادہ اور ہو تو وہ غیر عادت والی مشقت بن جائے ، ادنیٰ یہ کہ اگر اس میں کچھ تھوڑی بھی کمی ہو جائے تو وہ نفس مشقت ہی کے زمرہ سے خارج ہو جائے ، اور اوسط یہ کہ ان دونوں کے درمیانی ہو ۔

ظاہر نظر میں اعلیٰ مشقت غیر عادت والی کے زمرہ میں آسکتی ہے ، کیونکہ دونوں میں فاصلہ بہت کم باقی رہتا ہے ، اس کے باوجود فقہاء اس کو معتاد (عادت والی) ہی میں شمار کرتے ہیں ، اور رخصت و سہولت کی اجازت نہیں دیتے ،

بتدریج منزل تک پہنچنے میں تنسیخ کی ضرورت نہیں ہوتی

شریعت کا مقصد یہ ہے کہ احکام و قوانین کی پابندی کے ذریعہ انسان منافع کا حصول اور مضرت کا دفعیہ کرتا ہے ، اگر اس مقصد کے حصول میں خارجی سبب سے رکاوٹ پیدا ہوتی ہو اور انسان کے فعل کو اس میں دخل نہیں ہوتا ہے تو اصولاً صحیح طریقہ یہ ہو کہ خارجی رکاوٹوں کو دور کر کے معاشرہ کو اس قابل بنایا جائے کہ انسان آزادی اور فراخ دلی کیساتھ اپنا منافع حاصل کرتا اور مضرت دفع کرتا رہے ، نہ یہ کہ احکام و قوانین ہی میں تبدیلی کر دیجائے ، البتہ اگر کسی حکم پر عمل کرنے سے حرج اور ضرر عام ہو اور ملک و ملت کے مصائب میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہو تو اس وقت تک کے لیے حکم کے نفاذ کو مؤخر کیا جا سکتا ہے ، حکم کی تحدید اور تعمیم میں تخصیص کی صورتیں نکالی جا سکتی ہیں ، جب تک کہ معاشرہ اس قابل نہ ہو جائے کہ کامل حکم کو برداشت کر کے اسکے ذریعہ منافع کا حصول اور مضرت کا دفعیہ مکمل طریقہ پر نہ کر سکے ، موقع و محل کے لحاظ سے اس طریقہ کو اختیار کرنے میں نہ تنسیخ کا سوال پیدا ہوتا ہے اور نہ اس کی ضرورت ہی ہوتی ہے ، بلکہ اس کی حیثیت بتدریج کسی منزل تک پہنچنے کے لیے مناسب حال پروگرام اور لائحہ عمل

[له] حاشیہ الموافقات ج ۲ ص ۱۵۳

کی ہو جاتی ہے ،

اس کی تائید درج ذیل تصریحات سے ہوتی ہے ،

قرآن حکیم میں یہودیوں کے حالات کے ضمن میں مذکور ہے :

فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبٰتٍ اُحِلَّتْ لَهُمْ وَبِصَدِّهِمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَثِيْرًا	یہودیوں کے ظلم کی وجہ سے ہم نے کئی ایک اچھی چیزیں ان پر حرام کر دیں جو (پہلے) ان کے لیے حلال تھیں ، اور نیز اس وجہ سے کہ وہ لوگوں کو اللہ کی راہ سے بہت رُکنے لگے تھے ،

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ عارضی طور پر قوم کو ان مباح اور جائز باتوں سے بھی روکا جا سکتا ہے ، جو غلط استعمال کی وجہ سے وہ برائیوں کا ذریعہ بنگئی ہوں ،

خانہ کعبہ میں حطیم والی روایت اوپر گذر چکی ہے ، اس سے محدثین نے حسب ذیل مسائل مستنبط کیے ہیں ،

(۱) بڑی چیز کی خاطر چھوٹی چھوٹی چیزوں کو نظر انداز کر دینا چاہیے ،

(۲) تالیف قلب کا حتی الامکان خیال رکھنا چاہیے ۔

(۳) کسی ایسی چیز سے تعرض نہ کرنا چاہیے جو زیادہ اہم نہ ہو اور قولی رغبت کی بناء پر روک دینے کی وجہ سے نفرت پیدا ہونے کا اندیشہ ہو ،

مختلف پیغمبروں کے لائے ہوئے احکام و قوانین میں تفاوت کی بڑی وجہ یہی معاشرتی حالت کا اختلاف اور بتدریج انسانی مزاج اور طبیعت کو اس قابل بنانا تھا کہ اعتدال کے ساتھ وہ منافع حاصل کرے اور مضرت دفع کرنے کے قابل بن سکے ،

نقصان دور کیا جائے

اب اس کے متعلق چند اور فقہی قاعدے بیان کیے جاتے ہیں جن سے نقصان دخل کی حد بندی ہوتی ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس اصول کو کس موقع پر کس طرح اور کس حد تک استعمال کیا جا سکتا ہے ،

نقصان دور کیا جائے (۳) الضرر یزال — نقصان دور کیا جائے،

اس اصول کی بنیاد قرآن وسنت کی وہی تصریحات ہیں جو اوپر ذکر ہو چکی ہیں، ان کے علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر اسلامی احکام وقوانین کا مزاج بیان کرتے ہوئے تقریباً اسی مفہوم کو ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے،

لاضرر ولاضرار فی الاسلام[1]

اسلام میں نہ خود نقصان اٹھانا ہے اور نہ دوسرے کو نقصان پہنچانا ہے

قرآن وسنت سے اسکی تائید شریعت کا منشا یہ ہے کہ منافع کا حصول اور مضرت کا دفعیہ ہو، اس کو بروئے کار لانے میں جو رکاوٹیں درپیش ہوں ان کا ازالہ بھی شریعت کے منشا میں داخل سمجھا جائے گا. قرآن حکیم کی اس آیت سے اس پر روشنی پڑتی ہے

وَاعْلَمُوْا اَنَّ فِیْکُمْ رَسُوْلَ اللّٰہِ لو یطیعکم فی کثیر من الامر لعنتم ولکن اللّٰہ حبب الیکم الایمان وزینہ فی قلوبکم وکرہ الیکم الکفر والفسوق والعصیان (حجرات)

اور جان لو کہ تم میں اللہ کا رسول موجود ہے، بہت سی باتیں ایسی ہیں کہ اگر وہ ان میں تمہارا کہنا مان لے تو تم مشکل اور دشواری میں پڑ جاؤ، لیکن اللہ نے تمہارے لیے ایمان کو مرغوب بنایا اور تمہارے دلوں میں اس کو مزین کیا، نیز کفر، نافرمانی اور گناہ کو اس نے تمہارے لیے ناپسند کیا،

فقہاء اس آیت کے ذکر کے بعد کہتے ہیں:

فقد اخبرت الآیۃ ان اللّٰہ حبب الینا الایمان بتیسیرہ وتسہیلہ وزینہ فی قلوبنا بذلک[2]

اس آیت سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسانی اور سہولت کے ساتھ ہمارے لیے ایمان کو مرغوب بنایا ہے اور اسی حیثیت سے ہمارے دلوں میں اسکو مزین کیا،

---

[1] موطا و دار قطنی [2] الموافقات ج ۲ ص ۱۳۶

ایک اور موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

علیکم من الاعمال ما تطیقون فان اللّٰہ لا یمل حتی تملوا[1]

تم وہی اعمال کرو جن کے کرنے کی طاقت رکھتے ہو، اللہ نہیں تھکے گا بلکہ تم خود ہی (کرنے سے) تھک جاؤ گے،

عمومی حیثیت سے رسول اللہ کا احکام وقوانین کے بارے میں یہ طرز عمل رہا ہے،

وما خیر علیہ الصلوٰۃ والسلام بین امرین الا اختار ایسرھما ما لم یکن اثما[2]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جن دو امروں کے بارے میں اختیار دیا جاتا تو ان میں جو زیادہ آسان ہوتا اسکو آپ اختیار فرماتے جبتک اس میں گناہ نہ ہو،

اس سلسلہ کی اور بہت سی روایتیں ذکر کرنے کے بعد فقہاء کہتے ہیں،

من السامۃ والملل والعجز وبغض الطاعۃ وکراھیتھا[3]

(ان روایتوں میں) تھکاوٹ، اکتاہٹ، عجز، عبادت میں ناگواری وناپسندیدگی کا سبب بننے والی تمام حالتیں اور صورتیں داخل ہیں،

اس اصول پر عمل درآمد کی چند مثالیں فقہاء نے اس اصول سے بہت سے مسائل کا استنباط کیا ہے اور مقررہ قاعدہ وضابطہ کے مطابق خلل اور نقصان کو دفع کیا ہے، مثلاً

خرید وفروخت کا معاملہ ہونے کے بعد عیب نکلنے کی وجہ سے معاملہ کے فسخ کا اختیار، اسی طرح دوسرے خیار رویت (دیکھنے کے بعد پر معاملہ کی موقوفی) خیار شرط (شرط پر معاملہ کا معلق ہونا) اور تمام وہ صورتیں اور حالتیں جن میں تصرفات سے روک دیا جاتا ہے، سب اسی پر مبنی ہیں، اور خلل اور نقصان کے اندیشہ ہی سے مذکورہ معاملات میں وسعت اور سہولت سے کام لیا گیا ہے، شفعہ اور کراہیت کے ابواب، قصاص، حدود، کفارہ اور تلف کر دینے کی صورت میں ضمان

---

[1] نسائی وغیرہ [2] ترمذی [3] الموافقات ج ۲ ص ۱۳۶

کے احکام اور تقسیم کے معاملہ میں دونوں فریق کی رعایت وغیرہ سے متعلق قوانین حتی کہ حاکم اور قاضی کے تقرر کے معاملہ کو فقہاء نے اس اصول کے ذیل میں شمار کیا ہے، اور جزئیات و فروع کے بیان میں زیادہ سے زیادہ اس بات کا لحاظ رکھا ہے کہ نہ کوئی شخص کسی کو نقصان پہنچا سکے، اور نہ خود نقصان اٹھائے،

فقہاء نے اس طریقہ سے دراصل شریعت کو اس حدیث کے مطابق بنایا ہے،

ان هذا الدين متين فاوغلوا فيه برفق ولا تبغضوا الى انفسكم عبادة الله (بیہقی)

یہ دین نہایت مضبوط ہے اس میں نرمی سے ہاتھ ڈالو، اور اللہ کی عبادت (قوانین کی تعمیل) کو اپنے لیے مبغوض و ناپسند نہ بناؤ،

(باقی)

نایاب کتاب گھر

کیا یہ بات آپ کے لیے اہم نہیں کہ "نایاب کتاب گھر" نے قدیم اور نایاب کتب کی فراہمی کا وسیع پیمانے پر انتظام کیا ہے۔ اردو، فارسی اور عربی کی قدیم اور نایاب کتب (کسی بھی فن میں) کی فراہمی کے لیے ہماری خدمات حاصل کیجئے۔

چونکہ نایاب کتب کی فہرست مرتب نہیں کیجا سکتی، اس لیے کوئی صاحب فہرست طلب نہ فرمائیں، البتہ اگر کسی خاص موضوع یا فن پر آپ کو کتب مطلوب ہوں تو ہمیں اس سے آگاہ کیجئے، ہم آپ کو اس موضوع کی کتابوں کی لسٹ بنا کر بھیجیں گے۔

براہ کرم جوابی خط استعمال فرمائیے۔

نایاب کتاب گھر، چیچل گوڑہ، حیدر آباد (اے پی)

(انڈیا)

شیخ الاسلام قطب عالم حضرت مخدوم شیخ شرف الدین احمد یحیٰی منیری بہاری

اور

علم و ادب

از مولانا سید عبد الرؤف صاحب اورنگ آبادی

حضرت شیخ شرف الدین احمد یحیٰی منیری کی ذات قدسی صفات جامع کمالات اور شریعت و طریقت و ارشاد و ہدایت کی سرچشمہ تھی، اور آپ دینی و روحانی کمالات کے ساتھ شعر و ادب کا بھی نہایت بلند اور پاکیزہ ذوق رکھتے تھے، آپکے عرفانی پہلو پر بہت لکھا گیا ہے مگر ادبی پہلو پر کسی نے توجہ نہیں کی، اس مضمون میں آپ کے ایسے مکاتیب پیش کیے جائیں گے جن میں سلوک و تصوف کے حقایق کے ساتھ شعر و ادب کی بھی چاشنی ہے۔

حضرت شیخ اور ان کے مکاتیب کا درجہ مورخین اور تذکرہ نگاروں کی نظر میں

اصل موضوع سے پہلے حضرت شیخ اور ان کے مکاتیب کے متعلق ہندوستان کے مورخین و تذکرہ نگاروں کی رائیں نقل کی جاتی ہیں، علامہ ابو الفضل آئین اکبری میں لکھتے ہیں کہ مخدوم یحیٰی بن اسرائیل کے صاحبزادہ شیخ شرف الدین منیری ایک بلند پایہ صوفی تھے اور حضرت گنج شکر سے کسب فیض کیا تھا، ابتداءً کہساروں اور بیابانوں میں ریاضت کی، پھر اپنے برادر بزرگ شیخ خلیل الدین محمد کے ہمراہ شیخ نظام الدین اولیاء کی زیارت کے لیے دہلی پہنچے، مگر اس وقت شیخ موصوف وفات پا چکے تھے، اور بعض بیانات کے مطابق انھوں نے شیخ کی زیارت کی اور ان کی ہدایت سے حضرت نجیب الدین فردوسی کے حضور میں پہنچے اور ارادت و خلافت سے سرفراز ہوئے، مخدوم کے مشہور خلفاء میں شیخ شمس الدین مظفر بلخی اور شیخ جمال اللہ ذوی ہیں جنھیں جمال قتال بھی کہا جاتا ہے، حضرت مخدوم نے بہت سی تصنیفات یادگار چھوڑیں، مکتوبات شیخ نفس کشی کے لیے

زبس مفید ہیں، آپ کی خواب گاہ بہار خاص ہے[1]،

علامہ مذکور کا یہ لکھنا کہ سرآمد چشتیاں بود او رمزاز گنج شکر فیض برگرفت" غیر مستند ہے۔

صاحب طبقات اکبری لکھتے ہیں: سکندر لودی شیخ شرف الدین منیری قدس سرہٗ کے مزار کی زیارت کے لیے ۱۸ شوال ۹۰۱ھ کو بہار پہنچا اور فقراء و مساکین کو داد و دہش سے خوش کر کے درویش پور آیا[2]،

صاحب منتخب التواریخ ملا عبد القادر بدایونی کا بیان ہے: سلطان سکندر لودی ۹۰۱ھ میں قطب المشائخ شیخ شرف الدین منیری قدس سرہٗ کی زیارت کو ترہت سے روانہ ہوا، اور درویش پور واپس آیا[3]،

صاحب فرشتہ ملا محمد قاسم تحریر کرتے ہیں شیخ شرف الدین منیری اور ان کے پیر او ر بزرگ شیخ خلیل الدین شیخ نظام الدین اولیاء سے حصول ارادت کی نیت سے دہلی پہنچے، اور آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر مرید ہونے کی درخواست کی، شیخ نے فرمایا کہ تمہارا حصہ خانوادۂ فردوسیہ میں ہے، اس ارشاد کی تعمیل میں دونوں بھائی شیخ نجیب الدین فردوسی کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کے مرید ہوئے اور شیخ شرف الدین احمد سند و خرقۂ خلافت سے سرفراز ہو کر بہار آئے اور یہیں اقامت گزیں ہوئے، ان کی تصانیف میں ایک کتاب معدن المعانی ہے[4]،

صاحب فرشتہ نے یہ بھی لکھا ہے کہ بابر قصبہ منیر پہنچا تو شیخ شرف الدین منیری کے والد بزرگوار شیخ یحییٰ کے مزار پاک کی زیارت کی اور خیر و خیرات کر کے آگرہ واپس گیا،

صاحب شاہ عالم نامہ غلام علی خاں کا بیان ہے[5]: شاہ عالم بادشاہ جب بہار پہنچا تو اس سے کہا گیا کہ اس علاقہ میں زبدۃ اصفیا، قدوۃ الاولیا، شاہ شرف الدین قدس سرہٗ العزیز

[1] آئینۂ اکبری جلد اول فارسی ص ۲۲۹ [2] طبقات اکبری فارسی ص ۳۲۰ [3] منتخب التواریخ فارسی ص ۱۶۰
[4] فرشتہ فارسی جلد اول ص ۲۱۱ [5] شاہ عالم نامہ فارسی ص ۱۱۶ - ۱۱۷

کا مزار فائض الانوار واقع ہے، یہ سنکر بادشاہ درگاہ کی زیارت کو روانہ ہوا، جس وقت اس کی سواری بہار پہنچی اور راستہ سے گذر رہی تھی تو شہر کے باشندوں، رعایا و برایا، شریف و رذیل ہر ایک نے فرق مبارک پر اس قدر نقرئی پھول بینز، روپیے برسائے کہ مسکینوں اور محتاجوں نے ان سے اپنے دامن کو بھر لیا اور ہر طبقہ نے مسرت و خوشی کا اظہار کیا، جلوس شاہی میں درگاہ تک ہر کہہ و مہ کے سر پر سیم و زر کی بارش ہو رہی تھی، اسی بارش میں بادشاہ کی سواری درگاہ تک پہنچی اور درگاہ کے خدام نے حضور شاہ میں دستار اور حلقہائے کمان تبرکاً پیش کیے،

صاحب مآثر عالمگیری محمد ساقی مستعد خاں لکھتا ہے کہ بادشاہ اورنگ زیب عالمگیر کے مطالعہ میں حجۃ الاسلام غزالی کی تصانیف شیخ شرف الدین یحییٰ منیری اور شیخ زین الدین قدس سرہما کے منتخب مکتوبات اور اسی طرح کی دوسری کتابیں بالالتزام رہا کرتی تھیں[1]،

صاحب سیر المتاخرین سید غلام حسین طباطبائی الحسینی نے بعینہ آئین اکبری کا بیان نقل کر دیا ہے[2] اور میر جعفر ناظم بنگالہ کے بہار آنے کے تذکرہ میں مخدوم کے مزار پر اس کی حاضری کا ذکر کیا ہے،

تذکرہ نگاروں کا بیان | صاحب مناقب الاصفیا مخدوم شاہ شعیب بن شیخ جلال منیری تحریر فرماتے ہیں[3]:

شیخ جہاں شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری طریقت و حقیقت کے مشائخ کبار سے تھے، مجاہدہ و ریاضت میں ان کی شان عجیب تھی، سلوک سے بیشتر آپ پر جذب کا غلبہ تھا، جنگلوں اور پہاڑوں میں

[1] مآثر عالمگیری فارسی ص ۵۳۱ [2] سیر المتاخرین فارسی ص ۷۰۱ [3] مناقب الاصفیا مخطوطہ فارسی "در زمان سلطنت بادشاہ غازی محمد شاہ و صوبہ داری نواب فخر الدین خاں بہادر فخر الدولہ شجاعت جنگ در بلدہ عظیم آباد عرف پٹنہ تاریخ بست و یکم شہر صفر المظفر ۱۱۴۳ھ یکہزار و یکصد و چہل و سہ ہجری حسب فرمودۂ شیخ محمد اسد اللہ صاحب نواسۂ حضرت مخدوم شیخ شعیب مرقوم بخط احقر العباد مستند نا مکند اتمام یافت"۔
یہ مخطوطہ سب سے قدیم اور مستند ہے اور خانقاہ فتوحہ کے کتبخانہ کی زینت ہے۔

ریاضت و عبادت میں تیس سال بسر کئے، آپ کا مقصود و مطلوب صرف ذات خدا تعالیٰ تھی، تارک ماسوا اللہ تھے، آپ کی نظر میں دنیا معدوم تھی، آپ کی ہمت عالی کے سامنے آخرت اور نعمائے آخرت بھی بے حقیقت شے تھی، دین و دنیا کی منزلت و مرتبت سے بیزار اور خوارق و کرامات سے بڑی تبری فرماتے تھے، احوال حقیقت میں صاحب تمکین تھے، معرفت کے شائقین کا مرجع تھے، طریقت کے دقائق اور حقیقت کے اسرار میں آپ کے کلمات لطیف و غامض ہیں، علم تصوف میں ان کی تصانیف بکثرت ہیں، ہندوستان میں علم حقیقت اور توحید خاص کے اسرار آپ ہی سے شروع اور شائع ہوئے۔ امام احمد غزالی، امام محمد غزالی، عین القضات ہمدانی، ابن عربی خواجہ فرید الدین عطار، شیخ عراقی مولانا جلال الدین رومی جیسے اہل حقیقت اور موحدوں کے کلمات آپ ہی نے بیان کیے، آپ سے پہلے ہندوستان میں کوئی شخص ان بزرگوں کے کلام کا مطالعہ نہ کرتا تھا، اور جو کرتا تھا، ان کے منشائے حقیقی کے فہم و ادراک سے قاصر تھا، اس قصور فہم کے سبب اس پر اعتراض کرتا تھا، مشائخ کے ملفوظات میں ان بزرگوں کے عارفانہ کلام کا ذکر بہت کم ملتا ہے، شیخ شرف الدین سے پہلے توحید خاص کے اسرار سننے کی تاب کسی میں نہ تھی، اس کا کہنا تو بہت بڑی بات ہے، الا ماشاء اللہ۔

صاحب اخبار الاخیار مولانا عبد الحق محدث دہلویؒ ارقام فرماتے ہیں:

شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری ہندوستان کے مشاہیر مشائخ میں ہیں، ان کی منقبت کی چنداں ضرورت نہیں ہے، ان کی تصانیف بلند پایہ ہیں، ان میں مکتوبات مشہور اور لطیف ترین تصنیف ہیں، شیخ موصوف کے مجموعہ مکتوبات مشہورہ کے علاوہ ان کے کچھ اور مکتوبات بھی ہیں جو اپنے مرید اور صاحب سر خلیفہ شیخ مظفر بلخی کو تحریر کیے تھے، کہا جاتا ہے کہ شیخ مظفر بلخی کو راہ سلوک میں جو واقعات و معاملات و حالات پیش آئے تھے، وہ ان کو شیخ کی خدمت میں لکھ بھیجتے تھے، شیخ اس کا

۱؎ اخبار الاخیار فارسی ص ۱۱۲

جواب دیتے تھے، ان ہی مکتوبات میں ہے کہ ہمارے مکتوبات معاملات و مشکلات کے لیے حل تام ہیں مگر یہ اسرار ربوبیت افشا ہونے چاہئیں، ان مکتوبات کو کسی کو نہ دکھایا، ہر چند کہ شیخ مظفر بلخی سے مریدوں نے التجا کی کہ مخدوم کے مکتوبات خاص ہم کو بھی عنایت ہوں کہ ہم لوگ بھی ان سے مستفید ہوں، اور اس کو نقل کر کے یادگار کے طور پر رکھیں، مگر شیخ کی وصیت اور اسرار ربوبیت کے اخفا کے خیال سے آپ نے یہ مکتوبات کبھی کسی کو نہیں دکھائے۔

صاحب خزینۃ الاولیاء غلام سرور خلف مفتی غلام محمد بن مفتی رحیم اللہ قریشی لکھتے ہیں:

شیخ شرف الدین یحییٰ منیری کا شمار ہندوستان کے اولیا اور مشائخ کبار میں ہے، ریاضت، اخلاص، عبادت اور تقویٰ و رشد و ارشاد میں یگانہ و یکتا تھے، اس لیے ان کے مناقب لکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ کی تصانیف برتر و بلند پایہ ہیں، آپ کے مکتوبات اور ملفوظات جو معدن المعانی کے نام سے موسوم ہیں، اور ارشاد السالکین اور شرح آداب المریدین آپ کی مشہور ترین تصانیف سے ہیں۔ آپ کو شیخ نجیب الدین فردوسی سے جو شیخ رکن الدین فردوسی کے مریدوں میں تھے، ارادت حاصل تھی، شیخ شرف الدین ابتداءً شیخ المشائخ نظام الدین بداؤنی سے شوق ارادت میں دہلی پہنچے، مگر اس وقت شیخ المشائخ واصل بحق ہو چکے تھے، اور شیخ نجیب الدین فردوسی دہلی میں موجود تھے، چنانچہ ان کی خدمت میں پہنچے، شیخ موصوف آپ کے استقبال کے لیے گھر سے برآمد ہوئے اور فرمایا تمہارا حصہ میرے پاس امانت ہے، اب میں تمہیں وہ امانت سپرد کرتا ہوں، برسوں سے اس دن کا منتظر تھا۔

شیخ شرف الدین نے آپ سے ارادت حاصل کی اور نعمت و دولت روحانی لیکر وطن مالوف کیجانب روانہ ہوئے، اثنائے راہ میں بہار کے جنگلوں میں ٹھہر گئے اور راجگیر کے پہاڑوں پر برسہا برس تک اس طرح ریاضت و عبادت میں مشغول رہے کہ آپ کے مخلص مرید مولانا نظام الدین مغربی کے سوا کسی کو

۱؎ خزینۃ الاولیاء فارسی ص ۲۹۰

آپکے حال کی خبر نہ تھی، آپ کبھی کبھی حضرت مخدوم کی زیارت کے لیے جنگلوں میں جایا کرتے تھے،

مخدوم کا ذوق علم و ادب | حضرت مخدوم کے ادب و انشاء کا کمال مکتوبات، ملفوظات اور شرح آداب المریدین سب میں نمایاں ہے، مکتوبات اور شرح آداب المریدین اگرچہ تصوف اور اسرار تصوف میں ہیں، مگر ان کی نثر میں گلستاں کی نثر جیسی سلاست و لطافت و حلاوت ہے، ان میں دوسرے ادبی محاسن کے علاوہ ایسی برجستگی، روانی اور سلاست ہے، اور موقع موقع سے ایسے برمحل اشعار لائے گئے ہیں جن سے عبارت کا حسن اور دوبالا ہو جاتا ہے، اور اس کی تاثیر بہت بڑھ جاتی ہے اور ان اشعار کا ایک منتخب مجموعہ مرتب ہو سکتا ہے، مکتوبات کے ظاہری و معنوی محاسن پر صاحب اخبار الاخیار لکھتے ہیں، "واز جملہ تصانیف او مکتوبات مشہور تر و لطیف ترین تصانیف است۔" حقیقت ہے کہ مکتوبات صدی اور شرح آداب المریدین ادب و انشا کا بہترین نمونہ ہیں۔

شرح آداب المریدین کے محاسن متداول نہ ہونے کے باعث عام نظروں سے پوشیدہ ہیں،

مخدوم جہاں کے پیشرو بعض صوفیائے کبار نے بھی مکتوبات کے ذریعہ تصوف و درویشی کی تعلیم دی ہے[1]،

مگر مخدوم جہاں کے مکاتیب کی یہ خصوصیت ہے کہ آپ کا ہر ایک مکتوب بجائے خود تصوف کے ایک مقالہ اور رسالہ کی حیثیت رکھتا ہے، یہ روش خاص آپ ہی کی ایجاد ہے، آپکے بعد جس کسی نے بھی یہ روش اختیار کی وہ آپ ہی کی تقلید ہے،

ذوق شعر و شاعری | شعر و شاعری میں بھی مخدوم جہاں کو دستگاہ کامل تھی، عربی و فارسی اور بھاشا تینوں زبانوں

[1] قاضی عین القضات ہمدانی اور محبوب سبحانی غوث صمدانی رحمہما اللہ تعالیٰ نے بھی مکتوبات تحریر کئے ہیں، فارسی مکتوبات غوث الاعظم رحمہ اللہ تعالیٰ مخطوطہ پیش نظر ہے، مکتوبات کی زمین تو فارسی ہے مگر آیات قرآن اس کثرت سے مسلسل ہیں کہ عربی ہی مکتوبات معلوم ہوتے ہیں، یہ مخطوطہ حضرت مخدوم منعم پاک جن سے اس صوبہ میں ابو العلائیہ سلسلہ جاری ہوا، ان کے پیر طریقت سید جعفر محمد طیب ملقب ابو سعید ابن مبارک پیر جلال حسین کے ملاحظہ سے گذرا ہے، اس نسخہ پر جو مہر و تحریر ہے اس سے یہ حقیقت ظاہر ہے۔ تاریخ کتابت تاریخ ۱۲ ذیقعدہ ۱۰۵۴ھ بدست سید غلام شرف الدین کتبخانہ خانقاہ فتوحہ پٹنہ۔

میں آپ کو پوری مہارت تھی، اگرچہ عام نظروں سے آپ کی شاعرانہ حیثیت پوشیدہ ہے، مگر اس کے داخلی و خارجی شواہد موجود ہیں، آپ کے مکتوبات و ملفوظات میں جو اشعار درج ہیں اگرچہ ان کی نسبت پورے یقین کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ آپ ہی کے ہیں لیکن قرائن اسی کے موید ہیں اور اس کی بعض شہادتیں بھی ملتی ہیں،

چنانچہ شیخ الاسلام والمسلمین حضرت عین الدین عبد الباری المشتہر بہ شاہ رکن الدین[1] احمد بن معین الدین ابن قطب الدین شطاری کے مخطوط ملفوظات سے اس کی شہادت ملتی ہے، اس کے جامع و مرتب صاحب منہاج الشطارین سید امام الدین احمد بن شطاری راجگیری (بہار) اور کاتب عبد الباری المعروف بہ رکن الدین شطاری الیتمی ہیں، اس کا سنہ ترتیب و کتابت ۱۱۰۴ھ ربیع الثانی ہے، مناہج الشطارین کی مجلس سیزدہم روز دوشنبہ غرہ ماہ ربیع الآخر میں سلطان فیروز شاہ کا ذکر اثنائے تناول طعام میں حضرت موصوف نے ان الفاظ میں فرمایا:

چوں سلطان فیروز در بہار آمد برائے دیدن مخدوم شاہ احمد چرم پوش رفت ایشان تعظیم نکردند چوں پیش حضرت مخدوم شاہ شرف الدین احمد قدس سرہٗ رفت، حضرت مخدوم استقبال نمودہ آوردند سلطان فیروز دست مخدوم گرفتہ اشارہ پیش رفتن کرد و حضرت مخدوم بہ تواضع عقب می شدند آخر سلطان فیروز را پیش کردہ روانہ شدند، سلطان فیروز الدین فیروز خواند

در پیش روم طریق حاجب | پس بردم چنیں است واجب

[1] شیخ شاہ رکن الدین شطاری بہاری کا سنہ وفات ۱۱۱۱ھ ہے، کسی نے تاریخ وفات "جاں دادند بذکر اللہ اللہ" کہی ہے۔ اور ملفوظات کی ترتیب کا سنہ ۱۱۰۴ھ اس لیے شیخ موصوف کی حیات میں اس کی ترتیب ہوئی تھی اور شیخ کے نظر سے بھی وہ گذر چکی تھی، محب محترم پروفیسر سید حسن عسکری کے کتبخانہ میں موجود ہے۔

حضرت مخدوم منیر ایں فرد خواندند

گر پیش روی چراغ راہی	ور پس بروی جہاں پناہی

جواب میں فی البدیہہ یہ شعر پڑھنا حضرت مخدوم کے ذوق شاعرانہ کی سند ہے۔

حضرت مخدوم کی ایک نادر کتاب اسباب النجاۃ لمعرفۃ العصاۃ[۱] ہے، یہ کتاب اوراد اور ملفوظات میں ہے، کتاب کا سنہ ۹۰۰ھ ۲۵ رجب المرجب ہے، اس کی کتابت ایک مقدس بزرگ شاہ حسین نصر اللہ نے اپنے دستِ خاص سے کی ہے،

اس کتاب کے باب دوم فصل چہارم میں محبت اور اصنافِ محبت کے سلسلۂ ذکر میں فرماتے ہیں کہ

"در محبت بندہ مرحق را محبت بر دو نوع است محبت عام و محبت خاص، محبت عام از جملہ مقامات است و آں آوردن طاعت است و احتراز نمودن از معاصی و مخالفت چنانکہ گفتہ اند۔"

تعصی الالٰہ وانت تظہر حبہ[۲]	ہذا لعمری فی الفعال بدیع
لو کان حبک صادقاً لاطعتہ	ان المحب لمن یحب المطیع

محبت عام کی تعریف میں ابیات مندرجہ کے استشہاد کے بعد خود اس کا ترجمہ یوں نظم فرمایا ہے:

دعوی دوستی خدا کردہ و انگہے	عاصی شوی ہر او ہرا ایں نوع منکر ست
گر دوستی بصدق بودے طاعت آمدے	زاں روز کہ دوست گرد و طاعت اوست

آداب المریدین کے متن "واجمعوا علی ان الفقر افضل من الغنی اذا کان مقروناً بالرضی"

---

[۱] یہ نادر کتاب غیر مطبوعہ ہے اور محترم جناب حکیم شاہ نقی حسن صاحب بلخی سجادہ نشین خانقاہ فتوحہ پٹنہ کے کتبخانہ کی زینت ہے،

[۲] یہ کلام زیادہ بہت مشہور ہوا اور الفاظ کے ردوبدل کے ساتھ درسی وغیر درسی کتابوں میں پایا جاتا ہے اور محمود وراق یا عبد اللہ بن مبارک شافی کی طرف منسوب ہے [۳] آداب المریدین شیخ المشائخ ضیاء الدین نجیب الدین ابو النجیب سہروردی کی تصنیف ہے اور اسکی شرح حضرت مخدوم جہاں نے کی ہے، شرح آداب المریدین کا یہ مخطوطہ نسخہ قاضی یحیٰی ابن سید غلام شرف الدین کے قلم کا لکھا ہوا ہے، اور سنہ کتابت ۱۱۹۰ھ ہے، یہ نادر نسخہ خانقاہ فتوحہ پٹنہ کے کتبخانہ کی زینت اور مولانا حکیم شاہ نقی بلخی صاحب کی ملکیت ہے،

کی شرح کے سلسلہ میں حضرت انسؓ کی یہ روایت پیش کی ہے کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک مجلس میں تھے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور بشارت دی کہ یا رسول اللہ آپ کی امت کے فقراء اغنیاء سے پانچسو سال پیشتر بہشت میں داخل ہوں گے، اس بشارت سے آپ بہت مسرور ہوئے اور فرمایا کہ تم میں کوئی ایسا ہے جو اس کے مناسبِ حال اشعار پڑھے، ایک بدوی نے کہا: ہاں یا رسول اللہ اور یہ رباعی پڑھی:

لقد لسعت حیۃ الھوی کبدی	فلا طبیب لھا ولا راقی
الا الحبیب الذی شغفت بہ	فعندہ رقیتی وتریاقی

یہ سنکر آنحضرتؐ نے تواجد فرمایا!

حضرت مخدوم جہاں نے اس کا ترجمہ رباعی ہی میں کمال حسن وخوبی کے ساتھ کیا ہے۔

قطعہ رباعی

از مار غمت گزیدہ دارم جگرے	کو را نکند ہیچ فسونے اثرے
جز دوست کہ من شیفتۂ روے ویم	افسون وعلاجِ من نداند دگرے

خیام میں علامہ مولانا سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ تعالیٰ سلجوقی عہد کے علما وصوفیہ کی رباعیات کے سلسلۂ ذکر میں تحریر فرماتے ہیں کہ ذیل کی رباعی کو احمد علی سندیلوی نے مخزن الغرائب (یا مجمع الغرائب) میں جو سنہ ۱۲۱۸ھ میں طبع ہو کر شائع ہو چکی ہے، شیخ شرف الدین احمد منیری کے نام سے لکھا ہے،

عودم چو نبود بہ آوردم	روے سیہ و موے سپید آوردم
تو خود گفتی کہ نا امیدی کفر است	فرمان تو بردم امید آوردم

حضرت مخدوم کی جانب اس رباعی کے انتساب کی توثیق خانوادۂ فردوسیہ اور حضرت مخدوم جہاں کے متوسلین کی تحریروں سے بھی ہوتی ہے، جو شرح آداب المریدین مخطوطہ ۱۱۹۰ھ کے صفحہ اول پر درج ہے:

اس میں صاف تحریر ہے

رباعی از حضرت مخدوم جہاں شرف الدین شرف الحق والدین قدس سرہ العزیز

چوں عود نبود چوب آوردم — روے سیہ و موے سفید آوردم
چوں خود گفتی کہ ناامیدی کفرات — فرمانِ تو کردم امید آوردم

گو ان دونوں رباعیوں کے بعض الفاظ میں معمولی سا فرق ہے، مگر اس قسم کا فرق لایق اعتبار نہیں اور شرح آداب کی رباعی کے الفاظ زیادہ لطیف ہیں،

قیاس غالب ہے کہ سندیلوی کی تحقیق متوسلین حضرت مخدوم کی تحقیق کی رہین منت ہے، ان شہادتوں سے مخدوم جہاں کا مذاق شاعرانہ پوری طرح ثابت ہے، بھاشا کے دوہرے آپ کے مکتوبات و ملفوظات اور آپکے متوسلین کے مکتوبات میں بکثرت ملتے ہیں جو مخدوم جہاں کی جانب منسوب ہیں ان دوہروں کا مجموعہ مولانا عبد الحق نے طبع کرادیا ہے،

مکتوبات کا تقدس اور مخدوم کا تصوف

عارف رومیؒ کی مثنوی کے بارہ میں کسی ارادت مند نے کہا تھا کہ "ہست قرآن در زبان پہلوی"، عارف ہندی کے مکتوبات اور شرح آداب المریدین کی نسبت بھی اگر یہی مصرع دوہرایا جائے تو بالکل بجا اور درست ہوگا، عارف رومی نے کتاب وسنت اور آیات واحادیث سے جس طرح اسرار تصوف بیان کیے ہیں، اسی طرح عارف بہاری نے بھی اسی سرچشمہ سے سلوک وتصوف کی آبیاری کی ہے، صاحب مناقب الاصفیا لکھتے ہیں کہ در بیان دقایق طریقت واسرار حقیقت ومعرفت عالی کلام بود در ہر طورے بیان شافی داشت، در عشق ومحبت کلمات لطیفہ وغامض آورد۔ اسرار توحید خواص وعلم حقیقت در ہند از وظہور یافت۔" مولانا مظفر شمس بلخی سے بڑھ کر مخدوم کے اسرار تصوف کا محرم کون ہوسکتا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ "پیر من بر دین خدا وبرسنت مصطفےٰ بود من مذہب پیر خود دارم ع داری سرما گرنہ دور از برما"۔ مولانا نے مخدوم کے تصوف کو ایک شعر میں اس طرح ظاہر کیا ہے،

بے زلت وزلاقدمش برصراط بود — عصمت بذات پاک تن لایزال داشت

صاحب مناقب الاصفیا لکھتے ہیں کہ "او تارک ماسوا اللہ بود دنیا بنسبت او معدوم بود وجود نداشت، آخرت ونعیم آخرت بجنب ہمت او متروک بود، مقصود جانش خداے بود۔"

صاحب اسرار مولانا بلخی لکھتے ہیں کہ "درویشی وتصوف بس ہمیں یک حرفست" الانقطاع عما سواے اللہ چوں اللہ می گوئی ماسوا اللہ را آتش زن

چوں ابراہیم بت را بر زمیں زن — نفس از لا اُحب الآفلین زن

حضرت مخدوم کا ارشاد کہ "آرزوئے من آنست کہ نام من نہ دریں جہاں باشد نہ داں جہاں" ترک وتجرید کا انتہائی درجہ ہے، مولانا بلخی لکھتے ہیں کہ "ہرکہ مومن است عاشق است وہرکہ عاشق است مومن است میان عشق وایمان ملازمہ مساوی ثابت می داں" الایمان والعشق توامان"

ع — ہر کرا عشق نیست ایماں نیست

راہ سلوک میں مجاہدات کی غرض وغایت ترک ماسوا ہے، اور ترک ماسوا کا ثمرۂ عشق ہے، عشق اور عشاق کو کلام اللہ نے فقر اور فقراء سے تعبیر کیا ہے، اور ان کی شان رضاے الٰہی کی طلب بیان کی ہے، اور طلب رضا میں وہ عزیز سے عزیز شے کو قربان کرنے سے دریغ نہیں کرتے، مولانا لکھتے ہیں کہ "مہاجرین وانصار کہ سابق وپیش رو گشتند از چہ گشتند از نماز بسیار یا از روزہ بسیار لا واللہ بلکہ پاکبازی وتاراج گری اگر باور نداری آیت بخواں للفقراء المہاجرین الذین اخرجوا من دیارھم واموالھم یبتغون فضلا من اللہ ورضوانا

پاکبازاناں کہ درویش آمدند — ہر زماں در محو خود بیش آمدند

اس راہ میں سب سے بڑی چیز رضوان اللہ ہی ہے، ورضوان من اللہ اکبر"

مخدوم کے تصوف کے دوسرے راز داں مولانا حسین نوشہ توحید بلخی نے مخدوم کے تصوف کو یوں نظم فرمایا ہے

مقتدائے دین من پیر منیری   این سخن بگفت از سروری
کاے برادر گر بخواہی اصل کار   این سخن را در دلِ خود پاش دار
این ریاضت نیست کاے منیجری   کم بگوئی کم بخسپی کم خوری
بچگان طفل و ہم بیوہ زناں   این ریاضت می کنند از آب و ناں
پاسبان دل شوانذر کل حال   تا نیابد ہیچ دزد آنجا مجال
ہر خیال غیر حق را دزد خواں   این ریاضت سالکاں را فرض داں
از ہوا و حرص دل را قطع کن   با چنیں رہ اتباعِ شرع کن
ہر کہ این رہ می رود دل شاد باش   وین نعم از بہر او آمادہ باش
ہر چہ آں فضیلت دہد قربت دہد   واز خیال غیر حق فرقت دہد
این ریاضت باشدے عالی مقام   گوش کن تفسیر آں را در کلام[1]

مکتوبات مخدوم اور صوفیائے کرام

صاحب مناقب الاصفیاء ناقل ہیں کہ شیخ اعز کاکوئی اور شیخ احمد بہاری دلی پہنچے اور خلاف شرع چند کلمات زبان پر لائے، فیروز شاہ نے باشندگان دہلی کی شکایت اور علمائے دہلی کے فتوی پر ان بزرگوں کے قتل کا حکم دیدیا، مخدوم جہاں کو جب یہ خبر ملی تو بہت متاسف ہوئے اور ان لفظوں میں بیزاری ظاہر فرمائی کہ "در شہرے کہ خون این چنیں کساں ریختہ شود عجب بود کہ آن شہر آباداں ماند"۔ جب یہ کلمات سلطان کے کان تک پہنچے تو اس نے علمائے دہلی سے کہا کہ میں نے آپ ہی لوگوں کے فتوی پر ان لوگوں کے قتل کا حکم دیا تھا، اور شیخ شرف الدین منیری اس سے بیزاری ظاہر کرتے ہیں، اس کے جواب میں علما نے کہا کہ شیخ کو طلب کر لیا جائے اور ان سے اس کی وجہ دریافت کیجائے، اسی اثنا میں سید جلال الدین بخاری کا خادم خاص فیروز شاہ کے پاس آیا اور سیرکے

[1] یہ نظم مولانا مظفر شمس بلخی کے مکتوبات کے اوراق آخر پر مولانا غلام شرف الدین کے قلم سے مرقوم ہے، مزید براں نوشہ توحید کے مطبوعہ کلام میں بھی یہ نظم موجود ہے، صرف بعض الفاظ کا ردوبدل ہے۔

تبرکات پیش کیے، سلطان نے خادم سے دریافت کیا کہ کیا وجہ ہے کہ اس مرتبہ شیخ نے بڑی مدت کے بعد یاد فرمایا، خادم نے عرض کی کہ آجکل ہمارے شیخ کے پاس شیخ شرف الدین منیری کے مکتوبات آگئے ہیں، شیخ ان کے مطالعہ کے لیے خلوت گزیں ہو گئے ہیں اور اس درمیان میں کسی سے ملاقات نہیں کی، یہ سنکر سلطان کو تنبہ ہوا اور اس کو مخدوم جہاں کے طلب کر لینے پر شرمندگی ہوئی اور اسی وقت دوسرا فرمان لکھا کہ حضرت مخدوم کو زحمت کرنے کی ضرورت نہیں ہے، اس واقعہ سے مکتوبات کی عظمت اور مخدوم جہاں کی جلالت ظاہر ہوتی ہے،

ایک مرتبہ سید موصوف سے بعض لوگوں نے پوچھا کہ آخر زندگی میں آپ کا مشغلہ کیا ہے، جواباً شیخ شرف الدین منیری کے مکتوبات کا مطالعہ"۔ پھر استفسار کیا "مکتوبات کو آپ نے کیسا پایا، جواباً کہ مکتوبات کے بعض مقامات ہنوز حل نہیں ہوئے۔ اور میں سمجھ نہیں سکا ہوں،

صاحب مناقب الاصفیاء نے برہان الاتقیاء کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ جب شیخ منیری کے مکتوبات شیخ المشائخ محبوب الٰہی کے خلیفہ اجل حضرت شیخ نصیر الدین اودھی مشہور بہ چراغ دہلی کے پاس پہنچے اور اس کا مطالعہ شروع کیا تو استغراق میں کئی روز تک آپ کی زبان مبارک پر یہ کلمات جاری رہے:

"سبحان اللہ شرف الدین منیری کفر صد سالہ را بکف دست کردہ نمودہ"۔

کبیر الاولیاء پانی پتی کے متعلق کہا جاتا ہے کہ مکتوبات مخدوم کے مطالعہ کے وقت ایسا محسوس کرتے تھے کہ ان پر انوار کی بارش ہو رہی ہے،

تعلیم القرآن

اس میں مسلمان بچوں کی بنیادی مذہبی تعلیم کے لیے عام فہم اور دلنشین انداز میں قرآن کی دینی و اخلاقی تعلیمات کو پیش کیا گیا ہے،

مؤلفہ مولانا محمد اویس صاحب ندوی استاذ تفسیر دار العلوم ندوہ لکھنؤ
قیمت: دو روپے ۵۰ پیسے (۲/۵۰ پیسے)

منیجر

امام نسائی اور انکی سنن

از

جناب مولوی ضیاء الدین صاحب اصلاحی رفیق دار المصنفین

(۳)

راویوں کی باہم مخالفت

امام صاحب کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ وہ راویوں کے درمیان باہمی مخالفت کا تذکرہ کر دیا کرتے ہیں، اس کی کئی شکلیں ہو سکتی ہیں۔

۱۔ ایک راوی دوسرے راوی کے بارہ میں مخالفت کرے، مثلاً

خالفه عامة اصحاب شعبة ممن روی هذا الحدیث فلم یذکروا مسروقاً۔ (ج ۱ ص ۲۵۳)

خالفه قتادة رواه عن مسلم بن یسار عن ابی الاشعث عن عبادة (ج ۲ ص ۲۲۲)

۲۔ ایک راوی دوسرے راوی سے بعض الفاظ کی روایت میں اختلاف کرے۔ مثلاً

قال ابوداؤد حفاة غرلاً وقال وکیع ووهب عراة غرلاً"... قال ابوداؤد

عجاء وقال وهب ووکیع سیؤتی" (ج ۱ ص ۲۹۵)

قال احدهم والحرب بالحرب ولم یقله الآخر (ج ۲ ص ۲۲۱)

خالفه وکیع فی لفظه (ج ۲ ص ۳۱۵)

۳۔ لفظ اور اسناد دونوں میں مخالفت ہو۔ مثلاً

خالفه شریک فی اسناده ولفظه (ج ۲ ص ۳۳۲)

روایت کو مرفوع بیان کرنے میں مخالفت ہو، مثلاً

خالفه هشام ولم یرفعه (ج ۲ ص ۲۸۸)

کسی حدیث کی روایت میں مخالفت ہو اور اسی بنیاد پر اس حدیث کی تضعیف کیجائے، مثلاً

قال ابو عبد الرحمٰن سلیمان بن ارقم متروک الحدیث والله اعلم

خالفه غیر واحد من اصحاب یحیی بن ابی کثیر فی هذا الحدیث (ج ۲ ص ۱۴۵)

راویوں کے درمیان عدم سماع کا تذکرہ

جب راویوں کے درمیان سماع ثابت نہ ہو تو امام نسائی اسکا ذکر کرتے ہیں۔ عدم سماع کی کئی نوعیتیں ہو سکتی ہیں

(۱) دو راویوں میں مطلق سماع ثابت نہ ہو۔ مثلاً

قال ابو عبد الرحمٰن مخرمة لم یسمع من ابیه شیئاً (ج ۱ ص ۷۵)

ابو عبیدة لم یسمع من ابیه شیئاً وعبد الرحمٰن بن عبد الله بن مسعود

ولا عبد الجبار بن وائل بن حجر (ج ۱ ص ۲۰۸)

قال ابو عبد الرحمٰن مکحول لم یسمع عن عنبسة شیئاً (ج ۱ ص ۲۵۷)

(۲) راوی نے کوئی خاص روایت دوسرے راوی سے نہ سنی ہو، مثلاً

هشام بن عروة لم یسمع من ابیه هذا الحدیث والله سبحانه وتعالی اعلم (ج ۱ ص ۹۷)

الاوزاعی لم یسمع هذا الحدیث عن الزهری وهذا حدیث صحیح

قد رواه یونس عن الزهری (ج ۲ ص ۷۰)

سعید لم یسمعه من ابی هریرة بل سمع من اخیه عن ابی هریرة (ج ۲ ص ۲۲۳)

ابن شبرمة لم یسمعه من عبد الله بن شداد (ج ۲ ص ۳۳۲)

(۳) دو راویوں کے ما بین کسی ایک ہی روایت کا سماع ثابت ہو، مثلاً

قال ابو عبد الرحمٰن الحسن عن سمرة کتاب ولم یسمع الحسن عن سمرة

الا حدیث العقیقة (ج ۲ ص ۲۰۵)

یعنی حسن سمرۃ سے جو روایات کرتے ہیں تو وہ کسی کتاب سے لیکر ورنہ دونوں کے درمیان صرف حدیث عقیقہ کا سماع ثابت ہے۔

رواۃ کے شک کا بیان | اگر راوی کو کسی روایت میں شک وشبہہ ہوجائے تو نسائی اس کا تذکرہ بھی کر دیتے ہیں، مثلاً

شک سلمة وقال لا ادری فیه الی المرفقین او الی الکفین قال عمر نوید من ذلك ما تولیت قال شعبة کان یقول الکفین والوجه والذراعین فقال له منصور ما تقول فانه لا یذکر الذراعین احد غیرك فشك سلمة فقال لا ادری ذکر الذراعین ام لا (ج ۱ ص ۶۱)

(ترجمہ) سلمہ کو شک ہوا اور وہ کہتے ہیں کہ مجھے معلوم نہیں کہ راوی نے (مرفقین) کلائیوں تک کہا ہو یا (کفین) ہتھیلیوں تک عمر نے کہا تو نے جو ذمہ داری لی ہے ہم اسکا تمھیں ذمہ دار جانیں گے، شعبہ کہتے ہیں کہ وہ کفین (ہتھیلیاں) وجہ (چہرہ) اور ذراعین (کلائیاں) کہا کرتے تھے، منصور نے یہ سنکر کہا تم کیا کہہ رہے ہو کیونکہ ذراعین (کلائیوں) کا تمھارے علاوہ کوئی ذکر نہیں کرتا، چنانچہ سلمہ کو شک ہوگیا کہ راوی نے ذراعین کا ذکر کیا ہے یا نہیں۔

قال عبادة فلا ادری قول النبی صلعم او قول جبیر (ج ۲ ص ۳۲۱)

راوی کی تشریحات کا ذکر | راوی اگر کسی روایت کے سلسلہ میں کوئی تشریح کرتا ہے تو امام صاحب اس کا تذکرہ بھی کہیں کہیں کر دیتے ہیں، مثلاً

قال السائب یعنی بالجماعة فی الصلوٰة (ج ۱ ص ۱۳۵)

قال ابو مجلز کانه قال ذلك لانه فی صلوٰة (ج ۱ ص ۱۶۶)

راوی کی لفظی تشریح کا ذکر:

قال مالك تفتض تمسح به فی حدیث محمد قال مالك الحفش الخص (ج ۲ ص ۱۱۴)

معنوی تشریح:-

قال شعبة ای لا یوخذ احد باحد الله تعالیٰ اعلم (ج ۲ ص ۲۵۱)

کسی اصطلاحی لفظ کی تشریح:

والشغار کان الرجل یزوج ابنته علی ان یزوجه اخته (ج ۲ ص ۸۲)

راوی اپنی تشریح میں روایت کی توثیق کرے، مثلاً

قال الحسین وقال احمد هذا حدیث صحیح (ج ۲ ص ۳۲۵)

اسی طرح راویوں کی دوسری وضاحتوں اور تشریحوں کا بھی ذکر کیا ہے۔

راویوں کی توثیق وتضعیف | امام صاحب رجال کے بڑے ماہر تھے، اس لیے سنن میں جابجا رواۃ کی توثیق وتضعیف کا ذکر ملتا ہے، چند مثالیں یہ ہیں،

تضعیف کی مثالیں:

قال ابو عبد الرحمٰن بریدة هذا لیس بالقوی فی الحدیث (ج ۱ ص ۱۲۹)

قال ابو عبد الرحمٰن معقل بن عبید الله لیس بذلك القوی (ج ۲ ص ۱۵۰)

قال ابو عبد الرحمٰن و عبد الله بن نجیح والد علی بن المدینی متروك الحدیث (ج ۱ ص ۱۹۴)

وہ ائمۂ فن کی توثیق کے باوجود بھی راویوں کی تضعیف کرتے ہیں، مثلاً

قال ابو عبد الرحمٰن عمرو بن ابی عمرو لیس بالقوی فی الحدیث وان کان قد روی عنه مالك (ج ۲ ص ۲۶)

اسی طرح ایک جگہ تضعیف کرنے کے بعد اس راوی سے نقل روایت کا سبب بھی بیان کیا ہے:

قال ابو عبد الرحمٰن ابن خثیم لیس بالقوی فی الحدیث وانما اخرجت

هذا الثلاثی بجعل ابن جریج عن ابی الزبیر ثم ماکتبناه الاعن اسحٰق بن ابراهیم

ویحیی بن سعید القطان لم یترک حدیث ابن خثیم ولا عبد الرحمٰن

الا ان علی بن المدینی قال ابن خثیم منکر الحدیث وکان علی بن المدینی

خلق للحدیث (ج ۲ ص ۴۳)

توثیق کی مثالیں:

قال ابو عبد الرحمٰن وایمن عندنا لا بأس به (ج ۱ ص ۱۸۹)

قال ابو عبد الرحمٰن عبد الله بن جعفر هذا لیس به بأس (ج ۱ ص ۱۹۴)

راوی کی ثقاہت ہی کی بنیاد پر روایت کی تصویب کرتے ہیں، مثلاً

قال ابو عبد الرحمٰن هذا الحدیث لیس بثابت وعبد الکریم لیس

بالقوی وهرون بن ایاب اثبت منه وقد ارسل الحدیث وهرون

ثقة وحدیثه اولی بالصواب من حدیث عبد الکریم (ج ۲ ص ۲)

راوی کی ثقاہت کے متعلق ائمہ فن کا قول نقل کرتے ہیں، مثلاً

قال ابو عبد الرحمٰن کان المخرمی یقول هو ثقة یعنی محمد

بن سعد الانصاری (ج ۱ ص ۱۴۶)

راوی یا روایت کے متعلق کسی عجیب بات کا ذکر

کسی روایت یا راوی کے بارہ میں اگر کوئی نادر اور خاص بات ہوتی ہے تو نسائی بعض اوقات اسکا ذکر فرما دیتے ہیں، مثلاً ایک روایت ہے کہ

جریر بن عبد اللہ نے ایک بار وضو کیا اور موزوں پر مسح کیا تو لوگوں نے اس کا سبب دریافت کیا، انھوں نے جواب دیا کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو موزوں پر مسح کرتے ہوئے دیکھا ہے، امام نسائی فرماتے ہیں:

وکان اصحاب جریر یعجبهم قوله — جریر کے ساتھیوں کو انکی بات عجیب معلوم ہوئی،

وکان اسلامه قبل موت النبی — اس لیے کہ وہ نبی اکرمؐ کی وفات سے کچھ ہی

بیسیر — پہلے مسلمان ہوئے تھے۔

کسی روایت کو بیان کرنے میں اگر راوی کی کوئی مالوف عادت ہو تو اس کا بھی اظہار کر دیتے ہیں، مثلاً "لایبولن احدکم فی الماء الدائم" کی مشہور روایت میں ایک راوی یعقوب بن ابراہیم ہے، امام نسائی اس کے متعلق فرماتے ہیں:۔

کان یعقوب لایحدث بهذا الحدیث الا بدینار (ج ۱ ص ۲۱)

مشکل الفاظ کی شرح

سنن میں کہیں کہیں غریب اور مشکل الفاظ کی تشریح بھی ہوتی ہے، مثلاً

قال ابو عبد الرحمٰن الرکس، طعام الجن (ج ۱ ص ۱۷)

وہ مشہور روایت جس میں ایک اعرابی کے حرم نبوی میں پیشاب کرنے اور صحابہ کا اس کو مارنے کے لیے جھپٹنے کا ذکر ہے، یہ الفاظ آئے ہیں: "دعوه لاتزرموا" امام نسائی اس کی نسبت فرماتے ہیں: یعنی لاتقطعوا علیه (ج ۱ ص ۲۰)

معراج والی روایت میں "صری" کا لفظ آتا ہے، نسائی اس کی شرح کرتے ہیں:

"صری" ای حتم (ج ۱ ص ۸۰)

ایک جگہ نہایت محققانہ انداز میں فرماتے ہیں:

قال ابو عبد الرحمٰن الشکال من الخیل ان یکون ثلاث قوائم محجلة

وواحدة مطلقة او تکون الثلاثة مطلقة ورجل محجلة ولیس یکون

الشکال الا فی رجل ولا یکون فی الید۔ (ج ۲ ص ۱۱۹) (شکال اسے کہتے ہیں کہ گھوڑے کی تین ٹانگیں سفید ہوں اور ایک مطلق ہو یا تین ایک طرح کی مطلق ہوں اور ایک ٹانگ سفید ہو اور شکال ہاتھ میں نہیں بلکہ صرف پیر میں ہوتا ہے)

موقوف، مرسل، مسند اور مرفوع روایات کی نشاندہی

وہ اکثر موقوف، مرسل، مسند وغیرہ روایات کی نشاندہی بھی کر دیتے ہیں:

موقوف کی مثالیں:

رواه حميد بن عبد الرحمن بن عوف موقوفاً (ج ۱ ص ۲۵۶)

وقفه مالک (ج ۲ ص ۲۷۵)

مرسل کی مثالیں:

قال ابو عبد الرحمن هذا الحديث ليس بثابت وعبد الكريم ليس بالقوى وهرون بن اياب اثبت منه وقد ارسل الحديث (ج ۲ ص ۷۲)

ارسله حماد بن زيد (ج ۲ ص ۱۵۷)

ارسله ابو نعيم (ج ۲ ص ۲۴۹)

مسند کی مثالیں:

رواه عنه يونس بن عبيد فاسنده (ج ۲ ص ۱۷۱)

مسند اور مرسل کی بیک وقت وضاحت:-

قال ابو عبد الرحمن لا اعلم احداً اسند هذا عن عبد الله بن الفضل الا عبد العزيز، ورواه اسمعيل بن امية مرسلاً (ج ۲ ص ۳۱۷)

مرفوع کی مثال

رفعه الاعمش (ج ۲ ص ۳۲۳)

روایات کی تصویب اور تخطیہ

امام نسائی کی نظر چونکہ حدیث پر گہری اور وسیع تھی، اس لیے حدیثوں میں معمولی خطاء و صواب پر بھی ان کی نظر پہنچ جاتی تھی، اس کی بعض مثالیں ملاحظہ ہوں:

۱۔ راوی حدیث سے اگر کسی راوی کا نام لینے میں کسی طرح کا سہو ہو جائے، مثلاً

قال ابو عبد الرحمن هذا خطاء والصواب خالد بن علقمة ليس مالك بن عرفطة (ج ۱ ص ۲۷)

هذا غلط من ابن عيينة وعبد الله بن زيد الذى ارى النداء هو عبد الله بن زيد بن عبد ربه وهذا عبد الله بن زيد بن عاصم (ج ۱ ص ۲۲۴)

۲۔ اسناد میں غلطی:

قال ابو عبد الرحمن هذا خطاء والصواب اشعث عن الحسن عن ابى هريرة (ج ۱ ص ۳۱)

هذا خطاء والصواب ابو سلمة عن ابى هريرة (ج ۲ ص ۱۵۹)

قال ابو عبد الرحمن هذا خطاء والصواب ابو النضر واسمه حميد بن هلال (ج ۲ ص ۱۷۱)

۳۔ راوی غلطی سے صحابی کے قول کو رسول اللہ کا قول قرار دے، مثلاً

قال ابو عبد الرحمن هذا عن رسول الله صلعم خطاء انما هو قول ابى الدرداء (ج ۱ ص ۱۴۶)

۴۔ امام صاحب نفس حدیث کا بھی تخطیہ کرتے ہیں:

قال ابو عبد الرحمن ولا احسب هذا الحديث الا خطاء والله تعالى اعلم (ج ۱ ص ۲۴۵)

هذا الحديث عندى خطاء والله تعالى اعلم (ج ۱ ص ۲۴۷)

قال ابو عبد الرحمن هذا حديث منكر (ج ۲ ص ۹۷)

قال ابو عبد الرحمن وحديث حجاج عن حماد بن سلمة ليس هو بصحيح (ج ۲ ص ۱۹۶)

۵۔ تخطیہ کی طرح تصویب بھی کرتے ہیں، مثلاً

قال ابو عبد الرحمن هذا الحديث جيد جيد (ج ۲ ص ۳۰۶)

قال ابو عبد الرحمن هذان الحديثان صحيحان عن عبدة (ج ۲ ص ۱۵۹)

۶۔ بعض اوقات تصویب اور تخطیہ ایک ہی ساتھ کرتے ہیں، اس کی کچھ مثالیں پہلے گذر چکی ہیں، بعض اور ملاحظہ ہوں۔

قال ابو عبد الرحمن هذا خطاء والصواب مرسل

قال ابو عبد الرحمن هذا الصواب والذی قبله خطاء (ج ۲ ص ۱۵۹)

موازنہ ومحاکمہ رواۃ اور احادیث کا موازنہ کرکے "اصوب" اور "اصح" روایت کی نشاندہی فرمادیتے ہیں۔

احادیث کا موازنہ :-

ليس في هذا الباب حديث احسن من هذا الحديث وان كان مرسلا (ج ۱ ص ۳۹)

وهذا اولى بالصواب من الذی قبله (ج ۱ ص ۱۹۰)

وهذا الصواب عندنا وحديث عثمان بن عمر خطاء (ج ۱ ص ۲۵۳)

هذا خطاء فاحش والصواب حديث بشر (ج ۲ ص ۸۶)

قال ابو عبد الرحمن هذا اولى بالصواب (ج ۲ ص ۹۸)

قال ابو عبد الرحمن المرسل اولى بالصواب من المسند والله سبحانه وتعالى اعلم (ج ۲ ص ۱۰۳)

قال ابو عبد الرحمن وحديث سليمان التيمي وجعفر بن اياس اشبه من حديث مصعب بن شيبة ومصعب منكر الحديث (ج ۲ ص ۲۷۵)

اسی طرح رواۃ کے درمیان بھی محاکمہ اور موازنہ کرتے ہیں:-

قال ابو عبد الرحمن خالد اثبت من المعتمر (ج ۱ ص ۳۴۳)

قال ابو عبد الرحمن والحكم اثبت من سلمة بن كهيل (ج ۱ ص ۳۴۷)

قال ابو عبد الرحمن عمارة احفظ من يحيى وحديثه اولى بالصواب (ج ۲ ص ۲۸۶)

شک تردد کا اظہار امام نسائی کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ وہ اپنے اشتباہ اور تردد کا اظہار بھی کردیا کرتے ہیں،

قال ابو عبد الرحمن وانبأنا قتيبة بهذا الحديث مرتين ولعله ان يكون قد سقط عليه منه سطر (ج ۱ ص ۱۹۱)

كذا وقع في كتابي ولا ادری عمن الخطا في موضع وتر عليه السلام (ج ۱ ص ۲۳۸)

حديث يحيى بن سعيد هذا اسناده حسن وهو منكر واخاف ان يكون الغلط من محمد بن فضيل (ج ۱ ص ۳۰۳)

قال ابو عبد الرحمن هذا الحديث عندی مرسل وطلحة بن يزيد لا اعلم سمع من حذيفة شيئاً (ج ۱ ص ۱۴۶)

عدم فہم کا اعتراف اگر روایت کا کوئی حصہ یا لفظ پوری طرح سمجھ میں نہ آتا تو بے تکلف اس کا اظہار کردیتے ہیں۔ مثلاً

ولم افهم "تحب" كما اردت (ج ۲ ص ۵۸)

فلم افهم قتيبة كما اردت (ج ۲ ص ۶۸)

احادیث تحویل میں راوی کے الفاظ کی تعیین امام صاحب کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ وہ کوئی روایت دو راویوں سے مروی ہونے کی صورت میں دونوں کی سندیں نقل کرتے ہیں اور نقل روایت میں جس راوی کے الفاظ استعمال کرتے ہیں، اس کی وضاحت فرمادیتے ہیں، مثلاً

اللفظ لاسحاق (ج ۱ ص ۱۶۷) عن عیسیٰ بن یونس واللفظ له (ج ۱ ص ۱۹۳)

والفظ لمحمد (ج ۲ ص ۷۷) اخبرنا محمد بن عبداللہ بن یزید وسعید بن عبد الرحمٰن

واللفظ له (ج ۲ ص ۱۳۹)

ایک باب سے متعلق بہت ساری روایتوں کا ذکر

ایک باب سے متعلق اگر متعدد روایات ہوں تو امام صاحب عموماً ان سب کا ذکر کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ مثلاً کتاب الصلوٰۃ میں پہلے باب کا عنوان ہے

"فرض الصلوٰۃ وذکر اختلاف الناقلین فی اسناد حدیث انس بن مالک واختلاف الفاظهم فيه (ج ۱ ص ۷۶)

اور کتاب القسامۃ میں:

"ذکر اختلاف الناقلین لخبر سهل فيه" (ج ۲ ص ۳۲۷)

اور اسی طرح صوم وصال وغیرہ میں بھی اس طرح کے ابواب قائم کیے ہیں۔

اگر کسی مسئلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مختلف صورتیں ثابت ہوں تو نسائی عموماً ان سب صورتوں کا تذکرہ کرتے ہیں، اس کی چند مثالیں یہ ہیں:

باب الدعاء بين التكبيرة والقرأة (ج ۱ ص ۱۴۲)

باب الذكر فی الركوع (ج ۱ ص ۱۶۰)

باب الدعاء فی السجود (ج ۱ ص ۱۲۸)

باب كيف التشهد (ج ۱ ص ۱۷۳)

باب الذكر بعد التسليم (ج ۱ ص ۱۹۷)

باب كيف صلوٰة الكسوف وغيره

اور اگر وہ کسی باب کی بہت سی ہم معنی روایتوں کو نہیں نقل کرتے ہیں، توکم ازکم ان کی سندیں

نقل کرکے "بمثله" یا "فذکر نحوه" وغیرہ کہکر گذر جاتے ہیں، مثلاً

اخبرنا عمرو بن علی قال حدثنا عبد الرحمٰن قال حدثنا ابو الاحوص عن اشعث عن ابيه عن مسروق عن عائشة عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم بمثله (ج ۱ ص ۲۷)

اخبرنا عمرو بن سواد بن الاسود قال اخبرنا ابن وهب قال انبانا عمرو بن الحارث قال حدثنا قتادة عن محمد بن سيرين عن ابی هريرة عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بمثله (ج ۱ ص ۱۸۳)

تفقہ اور استدلال

امام نسائی جلیل القدر محدث ہونے کے ساتھ ہی بلند پایہ فقیہ بھی تھے، سنن کے صفحات ان کی فقاہت پر گواہ ہیں، یہاں چند مثالیں نقل کیجاتی ہیں:۔

قال ابو عبد الرحمٰن وفی هذا دليل على تحريم السكر قليله وكثيره وليس كما يقول المخادعون لانفسهم بتحريمهم آخر الشربة وتحليلهم ما تقدمها الذى يشرب فى الفرق قبلها ولا خلاف بين اهل العلم ان السكر بكليته لا يحدث على الشربة الاخرة دون الاولى والثانية بعدها وبالله التوفيق (ج ۲ ص ۳۲۷)[1]

اس کے اندر تھوڑے یا زیادہ ہر طرح کے نشہ کی حرمت کا بیان ہے، اور وہ بات نہیں ہے جو خود فریبی میں مبتلا لوگ کہتے ہیں کہ شراب کا آخری گھونٹ حرام اور اس سے پہلے کے گھونٹ حلال ہیں، اس لیے کہ اہل علم کے نزدیک اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ نشہ کلی طور سے آخری ہی گھونٹ میں طاری ہوتا ہے اور پہلے یا دوسرے گھونٹ میں نہیں طاری ہوتا۔

امام نسائی نے خمس کی تشریح نہایت بصیرت افروز انداز میں کی ہے اور چونکہ وہ کافی طویل ہے اس لیے محض اس کا ترجمہ یہاں کیا جاتا ہے:۔

---

[1] ج ۲ ص ۳۲۷

"اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے واعلموا انما غنمتم من شیٔ فان للہ خمسہ وللرسول ولذی القربی والیتامی والمساکین وابن السبیل (جان لو کہ جو غنیمت تمہیں ملی ہے تو اس کا پانچواں حصہ اللہ، رسول، قرابت داروں، یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہے) آیت میں یہاں "للہ" کا ذکر ابتدائے کلام میں آیا ہے، کیونکہ ساری چیزیں اللہ ہی کے لئے ہیں یا خدا نے شاید فیٔ اور خمس میں اپنی ذات کو اس لیے شریک کیا ہے کہ در اصل یہ بہترین قسم کی کمائی ہیں، اور صدقہ کو اپنی طرف اس لیے منسوب نہیں کیا کہ وہ اموال کی ناپاکیوں کا نام ہے، اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ غنیمت میں سے کچھ لے لیا جائے گا تاکہ کعبہ پر اسے خرچ کیا جائے اور اس حصہ کو اللہ تعالیٰ نے اپنا بتایا ہے، اور نبی کا حصہ امام کی طرف منتقل ہوگا جس سے وہ اسلحہ اور جنگی سامان خریدے گا، اور اس میں سے ان لوگوں کو بھی دیگا جنھیں وہ مناسب سمجھے گا، مثلاً جن سے مسلمانوں کو فائدہ پہنچتا ہے یا علم دین، حدیث، فقہ اور قرآن وغیرہ کی تحصیل میں صرف کرے گا اور ایک حصہ آپ کے قرابتداروں یعنی بنو ہاشم اور بنو مطلب کو ملے گا خواہ وہ امیر ہوں یا فقیر، ایک قول یہ بھی ہے کہ آپ کے قرابت والوں میں سے صرف فقرا یعنی یتیم اور مسافر وغیرہ کو دیا جائے گا، اور یہی قول میرے نزدیک زیادہ صحیح ہے، واللہ اعلم۔ اور بڑے، چھوٹے، مرد اور عورت میں برابر برابر تقسیم کیا جائیگا، کیونکہ حدیث میں یہ نہیں ہے کہ نبیؐ نے کسی کو کسی سے زیادہ دیا ہو، اس بارہ میں علماء کے کسی اختلاف کا مجھے علم نہیں ہے، کیونکہ اگر کوئی شخص کسی کی اولاد کے حق میں اپنے تہائی مال کی وصیت کر دے تو مرد و عورت سب کو برابر ملے گا، اسی اصول پر ان تمام چیزوں کو قیاس کرنا چاہیے جو کسی کے قرابتداروں اور خاندان والوں کے لیے متعین کر دی گئی ہو، الا یہ کہ شارعؑ نے اس سلسلہ میں کوئی واضح حکم صادر فرما دیا ہو، اسی طرح مسلمانوں کے یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کو ایک ایک حصہ دیا جائیگا اور مسکین و مسافر کا حصہ کسی دوسرے کو نہیں دیا جا سکتا، باقی خمس کے چار اور حصوں کو

امام ان بالغ مسلمانوں کے درمیان تقسیم کر دے گا جو جنگ میں شریک رہے ہوں"۔

بعض ابواب کی سرخی ہی سے امام صاحب کے تفقہ اور استدلال کا ثبوت ملتا ہے، مثلاً

باب مسح الاذنین مع الرأس وما یستدل به علی انهما من الرأس

(ج ۱ ص ۲۹) یعنی سر کے ساتھ کانوں کے مسح کا بیان اور اسکا ذکر کہ وہ دونوں بھی سر کے اندر شامل ہیں۔

اسی طرح بعض ابواب کے ذریعہ وہ اپنے مخالف مسلک کی تردید کرتے ہیں، مثلاً کتاب الصلوٰۃ میں وہ ایک باب اسی لیے "باب المحافظة علی الصلوٰت الخمس" (ج ۱ ص ۸۰) لائے ہیں، اس کی تشریح یہ ہے کہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک وتر واجب ہے (یعنی فرض تو نہیں ہے مگر سنت سے اسکا درجہ زیادہ ہی) محدثین اور شوافع کے یہاں وتر سنت موکدہ ہے۔ نسائی اس باب کے ذریعہ امام ابو حنیفہؒ کے مسلک کی تردید کرنا چاہتے ہیں،

اسی طرح ایک اور باب "باب التشدید فی تاخیر العصر" (ج ۱ ص ۸۹) ہے، اس سے بھی حنفیہ کی تردید مقصود ہے، کیونکہ احناف نماز عصر مثلین کے بعد پڑھتے ہیں،

بعض مواقع پر امام صاحب نہایت لطیف استنباط کرتے ہیں، ذیل میں اسکی چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

"آمین بالجہر" کا باب قائم کر کے یہ حدیث لاتے ہیں

عن ابی هريرة قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا امن القاری فامنوا فان الملٰئكة تؤمن فمن وافق تامينه تامين الملٰئكة غفر اللہ له ما تقدم من ذنبه (ج ۱ ص ۱۴۷)	حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب نماز پڑھانے والا آمین کہے تو تم لوگ بھی آمین کہو کیونکہ اسوقت ملائکہ آمین کہتے ہیں اور جس کی آمین ملائکہ کی آمین میں موافقت ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اس کے سابقہ گناہ معاف کر دے گا۔

اس استدلال کی تشریح یہ ہے کہ امام آمین زور سے کہے گا جب ہی تو مقتدی سنیں گے،

اسی طرح باب النیۃ فی الوضوء میں یہ مشہور حدیث "انما الاعمال بالنیات" (ج ۱ ص ۲۴) نقل کی ہے یعنی جب سے اعمال کا دار و مدار نیت پر ہے اور وضو بھی ایک عمل ہے اسلیے اس کا دار و مدار بھی نیت پر موقوف ہوگا۔

امام نسائی کی فقاہت کا ایک ثبوت یہ بھی ہے کہ وہ ایک ہی حدیث سے متعدد مسائل کا استنباط کرتے ہیں اور انھیں جدا جدا عنوانوں اور بابوں میں بیان کرتے ہیں، اسکی چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ کی مشہور روایت ہے کہ

اذا استیقظ احدکم من منامہ	جب کوئی شخص سو کر اٹھے تو اسے برتن میں
فلا یغمس یدہ فی وضوئہ حتی	ہاتھ ڈالنے سے پہلے تین مرتبہ دھولینا چاہیے
یغسلھا ثلاثا فان احدکم	کیونکہ نہ معلوم اس کے ہاتھ سوتے میں
لا یدری این باتت یدہ	کہاں کہاں پہنچے ہوں گے،

اسے دو جگہ "باب تاویل قولہ عزوجل اذا قمتم الی الصلوٰۃ فاغسلوا وجوھکم و ایدیکم الی المرافق" (ج ۱ ص ۳) اور "الوضوء من النوم" (ج ۱ ص ۲۷) میں لائے ہیں،

ایسے ہی حدیث "کان الرجال والنساء یتوضؤن فی زمان رسول اللہ جمیعاً" کو باب الرخصۃ فی فضل المرأۃ (ج ۱ ص ۶۴) باب وضوء الرجال والنساء (ج ۱ ص ۲۳) دونوں جگہ لائے ہیں۔

یہ چند خصوصیات ہیں جنھیں نسائی کی سنن کے ایک سرسری مطالعہ سے معلوم کرنے کی کوشش کی گئی ہے، محاسن کی طرح بعض معائب بھی اس میں نظر آئے ہیں، مثلاً امام نسائی نے بعض ضروری ابواب کو اپنی کتاب میں نہیں بیان کیا ہے، اور بعض مواقع پر ان کا استدلال کمزور بھی معلوم ہوتا ہے، گو یہ خامیاں خوبیوں کے مقابلہ میں بہت کم ہیں۔ (باقی)

الفاروق:- حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مفصل سوانحعمری اور انکے مجاہدات اور کارناموں کی تفصیل۔
(مؤلفہ علامہ شبلی نعمانی) (مطبوعہ معارف پریس طبع دوم)
قیمت ... منیجر

مسلمانوں کے ہندسی ادب کی ثروت

از جناب شبیر احمد خاں صاحب غوری ایم، اے

(۳)

اصول ہندسہ کی دوسری کتابوں کا ترجمہ یونانی ذہانت نے "اصول ہندسہ" کے موضوع پر جو کتابیں مرتب کی تھیں، ان میں اقلیدس کی "اصول ہندسہ" سب سے مشہور تھی، اس سے پہلے اور مہندسین نے بھی "اصول ہندسہ" پر کتابیں لکھی تھیں جن کی تفصیل اوپر مذکور ہو چکی ہے، اقلیدس کے پیشروؤں میں آخری نام تیودیوس (Theudius) کا ہے محققین یورپ کہتے ہیں اسی کی ترتیب دی ہوئی اصول ہندسہ اکادیمیائے افلاطونی کے درس میں داخل تھی لیکن مورخین اسلام کا کہنا ہے کہ خود افلاطون نے اصول ہندسہ پر ایک کتاب لکھی تھی اور اس کی "اصول ہندسہ" کو قسطا بن لوقا بعلبکی نے عربی میں ترجمہ کیا تھا، چنانچہ ابن الندیم افلاطون کے تذکرہ میں لکھتا ہے،

کتاب فلاطن اصول ہندسہ	افلاطون کی کتاب اصول ہندسہ کا ترجمہ
ترجمہ قسطا [1]	قسطا بن لوقا نے (عربی میں) ترجمہ کیا تھا،

قسطا کے اس ترجمہ پر سنان بن ثابت بن قرہ نے اصلاح دی تھی، اور مفید اضافے کیے تھے، ابن القفطی سنان کی تصانیف میں لکھتا ہے:

اصلاحہ لکتاب افلاطون	سنان بن ثابت کی تصانیف میں سے افلاطون
فی الاصول الھندسیۃ وزاد	کی "اصول الہندسیہ" کی اصلاح ہے اس نے اس

[1] الفہرست لابن الندیم ص ۳۴۴

فی هذا الکتاب شیئاً کثیراً[1]	کتاب میں بہت سی چیزوں کا اضافہ کیا تھا،

یونانی ہندسہ کی تاریخ میں [جس طرح یورپین مورخین نے اسے مرتب کیا ہے] اقلیدس کے بعد کسی اور اصول نگار کا پتہ نہیں چلتا، مگر ابن الندیم کہتا ہے کہ اس کے بعد مانالاؤس (Menelaus) نے اصول ہندسہ پر ایک کتاب لکھی تھی، جسے ثابت بن قرہ نے ترجمہ کیا تھا، چنانچہ وہ مانالاؤس کی تصانیف میں اس کا ذکر کرتا ہے،

کتاب اصول الهندسة عمله ثابت بن قرہ ثلاث مقالات[2]	کتاب اصول ہندسہ جسے ثابت بن قرہ نے ترجمہ کیا تھا، اس میں تین مقالے ہیں،

ثابت بن قرہ نے اس کتاب کی شرح بھی لکھی تھی جیسا کہ البیرونی کی تصریح سے (جو آگے آرہی ہے) ظاہر ہے،

مانالاؤس کی "اصول ہندسیہ" مہندسین اسلام میں بہت زیادہ مقبول ہوئی، سب سے پہلے بنو موسیٰ نے "کتاب المساحة" کی سولھویں شکل میں اس کا حوالہ دیا:

وهذا العمل لرجل من القدماء اسمه مانالاؤس اورده فی کتابه فی الهندسة[3]	اور یہ ہندسی دریافت قدماء میں سے ایک (یونانی) شخص کی ہے جسکا نام مانالاؤس تھا، اس نے اسے اپنی کتاب میں جو علم ہندسہ میں ہے، ذکر کیا ہے،

یہ کتاب البیرونی کے زمانہ تک مروج تھی، چنانچہ وہ "استخراج الاوتار" میں لکھتا ہے:-

ان مانالاؤس رام فی الشکل الثانی من المقالة الثالثة من کتابه فی اصول الهندسیة ..... سلك الیه	مانالاؤس نے اپنی "اصول ہندسہ" کے تیسرے مقالہ کی دوسری شکل میں اس کا قصد کیا ہے، اور اس مسئلہ کا بہت لمبا ثبوت دیا ہے پھر

۱ اخبار العلماء باخبار الحکماء ص ۱۳۳ ۲ الفہرست ص ۲۶۶ ۳ معرفة مساحة الاشکال البسیطة والکریة لبنی موسیٰ رسائل طوسی ج ۲ ص ۲۰

مسلکا طویلا جدا ثم عمله ثابت بن قرہ حین فسر ذلك الکتاب[1]	جب ثابت بن قرہ نے اس کی شرح لکھی تو اس کا دوسرا ثبوت دیا۔

ثابت بن قرہ کے بعد ابوالجود نے شکل محولۂ بالا کی توضیح کے لیے ایک مستقل رسالہ لکھا، جیسا کہ البیرونی لکھتا ہے:

"وان ابا الجود افرد لهذا المعنی مقالة واستخرجه بطریق تجاوز کل طول وصعوبة"[2]۔ بعد ازاں ابوسعید السجزی نے اس مسئلہ کو بڑے آسان طریقے سے حل کیا ہے، البیرونی کہتا ہے: "فلما وقف علیها ابو سعید السجزی استخرجه بطریق هو فی نهایة السهولة"[3]۔

اصول ہندسہ کی تیسری کتاب جو مسلمانوں میں ترجمہ ہوئی سادیونوس ثیبائی (Syrianus of Thebese) کی تھی، ابن القفطی نے ایک حکیم سوریانوس کا ذکر کیا ہے، مگر صرف شارح ارسطو کی حیثیت سے[4]، البیرونی کہتا ہے کہ اس نے ایک "اصول ہندسہ" بھی لکھی تھی جو غالباً عربی میں ترجمہ ہوئی، کیونکہ یہ کتاب البیرونی کے پیش نظر تھی اور اس نے اس سے استفادہ کیا ہے، چنانچہ لکھتا ہے:

"البرهان علیه من کتاب الدوائر لارشمیدس وکتاب سارینوس الثیبائی فی الاصول الهندسة"[5]۔

اصول ہندسہ کے عنوان سے چوتھی کتاب ارشمیدس (Archimedes) کی تھی، جسے ثابت بن قرہ نے یونانی سے عربی میں ترجمہ کیا تھا، دائرۃ المعارف حیدرآباد نے اسے ۱۹۴۷ء میں شائع کر دیا ہے [ابن الندیم نے ارشمیدس کی کتاب کا نام کتاب الماخوذات فی اصول الهندسہ لکھا ہے[6]، مگر یہ مذکورۂ بالا کتاب سے مختلف ہے]

یونانی ہندسہ کی دوسری کتابوں کا ترجمہ | اقلیدس نے "اصول ہندسہ" کے علاوہ اس فن میں ایک اور کتاب

۱ استخراج الاوتار للبیرونی ص ۴۹ ۲ ایضاً ص ۵۰ ۳ ایضاً ص ۵۰ ۴ اخبار العلماء باخبار الحکماء ص ۱۳۵ ۵ استخراج الاوتار ص ۷ ۶ الفہرست لابن الندیم ص ۳۷۲

بعنوان "کتاب لمعطیات" (Data) لکھی تھی، "کتاب لمعطیات" کو سب سے پہلے کندی نے عربی میں منتقل کیا تھا، مگر غالباً یہ آزاد ترجمہ تھا،[1] بعد میں اسے اسحٰق بن حنین نے باقاعدہ عربی میں ترجمہ کیا، اور اسحاق ہی کے ترجمہ کو ساتویں صدی کے وسط میں محقق طوسی نے متوسطات کی دوسری کتابوں کے ساتھ ایڈٹ کیا،[2] (کتاب لمعطیات بھی متوسطات میں محسوب ہوتی تھی)

اقلیدس کی کتاب المعطیات کے علاوہ متوسطات میں ارشمیدس کی مندرجۂ ذیل کتابیں داخل تھیں،

کتاب المفروضات: ثابت بن قرہ نے اس کا عربی میں ترجمہ کیا اور محقق طوسی نے اسے ایڈٹ کیا۔[3]

کتاب الماخوذات: اس کا نام ابن الندیم نے "کتاب الماخوذات فی اصول الہندسہ" لکھا ہے، ثابت ابن قرہ نے اس کا عربی میں ترجمہ کیا،[4] ابوسہل الکوہی نے اس کی پانچویں شکل کو ثابت کرنے کے لیے ایک مقالہ "تزیین کتاب ارشمیدس فی الماخوذات"[5] کے عنوان سے لکھا، اس کے بعد استاذ المختص ابوالحسن علی بن احمد النسوی نے اس کتاب کی تفسیر لکھی،[6] ساتویں صدی میں محقق طوسی نے متوسطات کے ضمن میں اسے ایڈٹ کیا

معطیات اقلیدس، مفروضات ارشمیدس اور ماخوذات ارشمیدس کو دائرۃ المعارف حیدرآباد نے رسائل طوسی کے ساتھ شائع کر دیا ہے۔

ارشمیدس کی ان دو کتابوں کے علاوہ ابن الندیم اس کی تصانیف میں ایک اور کتاب "کتاب الدوائر المتماسہ" کا ذکر کرتا ہے۔ اس کا مترجم معلوم نہیں مگر عربی میں ترجمہ ہوئی تھی اور اس کے بہت سے نسخے اب بھی ملتے ہیں، ان کی مدد سے دائرۃ المعارف حیدرآباد نے اسے "اصول ہندسہ ارشمیدس" کے ساتھ ۱۹۴۷ء میں شائع کر دیا ہے، ممکن ہے کہ اس کا مترجم بھی ثابت بن قرہ ہو۔

"الدوائر المتماسہ" کے عنوان سے ابلونیوس (Apollonius) نے بھی جب

---

[1] عیون الانباء لابن ابی اصیبعہ ج ۱ ص ۲۰۱ [2] رسائل طوسی ج ۱ رسالہ نمبر (۱) [3] ایضاً جلد ثانی رسالہ نمبر (۲) [4] ایضاً رسالہ نمبر (۳)، [5] ایضاً رسالہ نمبر (۳) ص ۲ [6] ایضاً

تصریح ابن الندیم ایک کتاب لکھی تھی،[1] جو غالباً عربی میں ترجمہ ہوئی،

البیرونی کا خیال ہے کہ ابلیونیوس نے ہندسہ میں ایک اور کتاب بھی لکھی تھی جس کا نام "مسائل للیونانیین" تھا، اس کا ترجمہ یوحنا بن یوسف نے کیا تھا، چنانچہ وہ "استخراج الاوتار" میں لکھتا ہے:

مسائل للیونانیین لانقہ ان	مسائل للیونانیین بہت ممکن ہے ابلونیوس
تکون لابلونیوس ترجمہا یوحنا	کی تصنیف ہو، اسے یوحنا بن یوسف
بن یوسف[2]	نے ترجمہ کیا تھا،

ابن الندیم کہتا ہے کہ اقلیدس کی طرف دو اور کتابیں منسوب تھیں [اگرچہ غلط طور پر]: کتاب الترکیب اور کتاب التحلیل،[3] غالباً یہ بھی ابلونیوس کی تصنیف تھیں، اگرچہ وہ ابلونیوس کی تصانیف میں ان کا ذکر نہیں کرتا، مگر ابراہیم بن سنان بن ثابت بن قرہ (المتوفی ۳۳۵ھ) نے اپنے رسالہ حرکات الشمس" میں لکھا ہے کہ ترکیب و تحلیل ابلونیوس کا منہاج خصوصی تھا، وہ لکھتا ہے:-

ووجدت المھندسین فی ھذا	میں نے اس زمانہ کے مہندسین کو دیکھا ہے کہ
العصر قد اغفلوا طریق ابلونیوس	وہ ابلونیوس کے طریق تحلیل و ترکیب سے غافل ہیں،
فی التحلیل والترکیب[4]	غافل ہیں۔

اس سے خیال ہوتا ہے کہ شاید یہ کتابیں ابلونیوس کی تصنیف ہوں، غالباً ان دونوں کتابوں کا ابن الندیم کے زمانہ میں عربی ترجمہ بھی متداول تھا، کیونکہ متاخرین نے بھی ان کے موضوعوں پر کتابیں لکھیں (اس کی تفصیل آگے آئے گی)

۲۔ اصول اقلیدس کی تلخیص | اقلیدس ایک ضخیم کتاب ہے، جس میں تقریباً پانچ سو اشکال ہیں، حدود و مصادرات ان کے علاوہ ہیں، فن ہندسہ کے خصوصی طالبین کے علاوہ عوام اور ان طالبان علم کے لیے جو تمام علوم

---

[1] الفہرست ص ۲۶۶ [2] استخراج الاوتار ص ۲ [3] الفہرست ص ۲۶۵ [4] حرکات الشمس لابراہیم بن سنان بن ثابت شائع کردہ دائرۃ المعارف حیدرآباد،

سے فی الجملہ شناسائی بہم پہنچانا چاہتے ہوں، اس ضخیم کتاب کے مختصرات کی ضرورت کا ہمیشہ سے احساس رہا ہے، چنانچہ رومیوں کے زمانہ میں بو ئیتھیوس کی تلخیص اقلیدس میں متداول تھی (تفصیل اوپر آچکی ہے) مسلمان فضلانے بھی اپنے زمانہ میں اقلیدس کے مختصرات مرتب کیے،

اقلیدس کے اختصار وتلخیص کے سلسلے میں سب سے پہلا نام اسحاق بن حنین کا آتا ہے، جس نے ۲۹۸ھ میں وفات پائی تھی، ابن ابی اصیبعہ نے اس کی مصنفات میں "اختصار کتاب اقلیدس" کا ذکر کیا ہے[1]، یہ کتاب آج ناپید ہے،

تثقیف ذہنی کے لیے تحصیل علم کرنے والوں کے لیے اصول اقلیدس کا ملخص فلسفہ کی عام مجامیع (Compendiums) میں شامل ہوتا تھا، اس قسم کی قدیم ترین کتابیں "رسائل اخوان الصفا" ہے، [زمانہ چوتھی صدی کا ثلث دوم، مصنفین غیر معلوم] اس میں باون رسالے ہیں، دوسرا رسالہ بنام "جومطریا" (Geometoria) اصول اقلیدس کی ایک ہلکی پھلکی تلخیص ہے[2]۔

چوتھی صدی کے سرے پر شیخ بو علی سینا کا نام ملتا ہے، اس نے علوم فلسفیہ کے جو مجموعے مرتب کیے ان میں تین مشہور ہیں: شفا، نجاۃ اور دانش نامہ علائی (فارسی)، ان کے اندر ریاضیات کے ضمن میں اصول اقلیدس کی تلخیصات بھی مندرج ہیں،

ا۔ شفا کی تلخیص اقلیدس کے بارے میں ابن ابی اصیبعہ لکھتا ہے:

واشتغل باصفهان بتتميم كتاب	قیام اصفہان کے زمانہ میں شیخ کتاب الشفا کی تکمیل
الشفا ففرغ من المنطق والمجسطی	میں مشغول ہوا اور منطق اور مجسطی کے مباحث سے
وکان قد اختصر اقلیدس و	فراغت پائی اور اسی طرح اس نے اقلیدس، ارثماطیقی
الارثماطیقی والموسیقی واورد	اور موسیقی کے مباحث کا اختصار کیا اور ریاضیات

[1] عیون الانباء ابن ابی اصیبعہ جلد اول ص ۲۰۱ [2] رسائل اخوان الصفا جلد اول ص ۴۳ - ۵۵

فی کل کتاب من الریاضیات	کی ہر کتاب میں ضروری اضافے کیے ......
زیادات ... واورد فی اقلیدس	اصول اقلیدس کی تلخیص میں بھی اسی کے مانند
شبهها[1]	اضافے کیے۔

"ریاضیات شفا" کے نسخے رضا لائبریری رام پور اور جامع ایا صوفیا میں موجود ہیں۔

ب۔ ابن ابی اصیبعہ نے شیخ کی مصنفات میں ایک کتاب "مختصر اقلیدس" کا بھی ذکر کیا ہے اور لکھا ہے

"مختصر اوقلیدس واظنه	مختصر اقلیدس: اسکے بارے میں میرا گمان ہے کہ وہ
المضموم الی النجاۃ"[2]	کتاب النجاۃ میں بطور ضمیمہ کے شامل ہے۔

مگر بیہقی کا خیال ہے کہ یہ شیخ کے شاگرد رشید عبد الواحد الجوزجانی کا الحاق ہے، چنانچہ وہ جوزجانی کے تذکرہ میں لکھتا ہے:

وهو الذی اعان ابا علی علی جمع	اور اسی نے (جوزجانی نے) کتاب الشفا کے جمع کرنے
کتاب الشفا والحق بآخر النجاۃ والرسالة	میں شیخ کی مدد کی اور نجاۃ اور رسالہ علائیہ
العلائیه طرفا من العلوم	(دانش نامہ علائی) کے آخر میں علوم ریاضیہ کے
الریاضیة[3]	مباحث کا الحاق کیا،

کتب خانۂ آصفیہ حیدر آباد میں "مختصر اقلیدس" کے نام سے ایک مخطوطہ ہے، جو ممکن ہے یہی ہو، اسی طرح رضا لائبریری رام پور میں ایک مخطوطہ بعنوان "منتخب لباب اقلیدس" ہے جو غالباً نجاۃ ابن سینا سے ماخوذ ہے، مترجم کا نام محمد عابد ہے جنھوں نے اسے عربی سے فارسی میں ترجمہ کیا تھا۔

ج۔ بیہقی کی مذکورۂ بالا تصریح سے معلوم ہوتا ہے کہ پانچویں صدی میں عبد الواحد الجوزجانی نے دانش نامہ علائی کے آخر میں علوم ریاضیہ کا ایک مختصر مرتب کرکے اضافہ کیا تھا، اس میں اقلیدس کی تلخیص بھی تھی۔

[1] عیون الانباء جلد ثانی ص ۶ [2] ایضاً ص ۱۹ - ۲۰ و تتمہ صوان الحکمۃ ص ۹۴ [3] تتمہ صوان الحکمۃ ص ۹۳ - ۹۴

چھٹی صدی کے آخر میں صاحب نجم الدین اللبودی نے جو اپنے عہد کے فاضل اجل تھے، اقلیدس کی "تلخیص" مختصر کتاب اقلیدس" کے عنوان سے کی[1]،

ساتویں صدی میں محقق طوسی نے جن کا ذکر اوپر اقلیدس کے ایڈیٹر کی حیثیت سے آچکا ہے، اصول اقلیدس کی ایک سو پانچ ۱۰۵ اشکال کا انتخاب مرتب کیا، اس کا ایک نسخہ قاہرہ میں موجود ہے۔

لیکن سب سے زیادہ شہرت شمس الدین محمد بن اشرف السمرقندی کی "اشکال التاسیس" کو حاصل ہوئی، انھوں نے پہلے مقالہ کی پنتیس ۳۵ اشکال کا جو علم ہندسہ میں بنیادی حیثیت رکھتی ہیں، ایک ملخص "اشکال التاسیس" کے نام سے مرتب کیا، اس کے نسخے برٹش میوزیم اکسفورڈ اور گوتھا میں موجود ہیں، ان کے علاوہ جامع ایا صوفیا میں بھی کئی نسخے ہیں،

سمرقندی کی اشکال التاسیس" پر قاضی زادہ رومی (شرح چغمنی کے مصنف) نے شرح لکھی، اس کے نسخے ہندوستان اور یورپ کی اکثر لائبریریوں میں موجود ہیں، غالباً بعد میں علماء نے اس کے ساتھ بہت زیادہ اعتنا کیا، کیونکہ اکثر لوگوں نے اس پر حواشی لکھے ہیں، ان میں سے فصیح الدین محمد النظامی اور ابوالفتح محمد ابن ابی سعید الحسینی کے حواشی زیادہ مشہور ہیں، فصیح الدین نظامی نے اپنا حاشیہ امیر شیر علی نوائی کیلیے لکھا تھا، تاج السعیدی (ابوالفتح محمد بن ابی سعید الحسینی) قاضی زادہ رومی کے شاگرد تھے، ان کے حاشیہ کا ایک نسخہ کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد میں موجود ہے۔

"اشکال التاسیس" پر ایک ہندوستانی عالم محمد زمان بن محمد صادق انبالوی نے فارسی زبان میں ایک شرح لکھی تھی، جس کا نام "تحریر الاشکال لحل اشکال التاسیس" ہے، اس کا ایک نسخہ رضا لائبریری رام پور میں موجود ہے۔

ساتویں صدی کے آخر میں علامہ قطب الدین شیرازی نے فارسی زبان میں علوم حکمیہ کا

[1] عیون الانبا، جلد ثانی ص ۱۸۹

ایک مجموعہ "درۃ التاج فی غرۃ الدباج" کے نام سے مرتب کیا۔ شیخ بو علی سینا کی طرح انھوں نے بھی اس میں اقلیدس کا ایک مختصر درج کیا،

آٹھویں صدی میں محمد بن محمود العاملی نے مختلف علوم منقول و معقول میں ایک کتاب بنام "نفائس الفنون" مدون کی، اس میں اقلیدس کا ایک مختصر بھی شامل ہے۔

تاریخ دعوت وعزیمت

حصہ اول

یعنی عالم اسلام کی اصلاحی و تجدیدی کوششوں کا تاریخی جائزہ، نامور مصلحین اور ممتاز اصحاب دعوت و عزیمت کا مفصل تعارف ان کے علمی اور عملی کارناموں کی روداد اور ان کے اثرات و نتائج کا تذکرہ   قیمت سے

دوسری جلد جس میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ کی سوانح حیات اور ان کے تلامذہ اور انکے دبستان فکر کے فضلا کا تذکرہ ہے،   قیمت ٹے ر ۵۰ نئے پیسے

(از مولانا سید ابوالحسن علی ندوی)

منیجر

ہندوستان کی کہانی

ہندوستان کی تاریخ کا یہ چھوٹا سا رسالہ نہایت آسان اور سہل زبان میں لکھا گیا ہے، تاکہ ہمارے مکتبوں اور ابتدائی مدرسوں کے بچے اس کو آسانی سے پڑھ اور سمجھ سکیں، ضرورت ہے کہ یہ رسالہ چھوٹے بچوں کے نصاب میں شامل کیا جائے، تاکہ ان کو معلوم ہو کہ وہ کون تھے اور اب کیا ہیں،   قیمت عہ

(مرتبہ مولوی عبد السلام قدوائی ندوی)

منیجر

قرآن مجید کے فرانسیسی ترجمے

از جناب ڈاکٹر حمید اللہ صاحب پیرس

مسلمانوں کی یورپ میں آمد | قسطنطنیہ (حال استانبول) کے بادشاہ ہرقل کے نام بھیجا ہوا مکتوب نبوی ۶ھ کی چیز ہے، امام بخاری وغیرہ کی روایت کے مطابق یہ تبلیغی خط، جس میں قرآن مجید کی بعض آیتیں بھی ہیں، ہرقل کو اس وقت پہنچا جب وہ حمص میں تھا، اور سفیر سے اس نے بیت المقدس پہنچنے پر ملاقات کی،

تاریخ طبری کے بیان کے مطابق ۲۶ھ ۶۴۶ء میں حضرت عثمانؓ کے زمانے میں اسلامی فوجیں اندلس (جنوبی اسپین) میں پہنچ گئیں، اور کمک نہ ملنے کے باوجود وہیں حاکمانہ و قابضانہ مقیم رہیں،

تا آنکہ اس کے ستر سال بعد طارق اور موسیٰ بن نصیر نے اس آغاز کو انجام تک پہنچایا،

فاطمی دور کے ممتاز مورخ القاضی الرشید ابن الزبیر نے اپنی کتاب الذخائر والتحف میں بیان کیا ہے کہ طارق نے اربونہ (حال ناربون، فرانس) پر بھی قبضہ کیا تھا، اس کے کچھ ہی دن بعد عبد الرحمٰن الغافقی نے بورڈو فتح کیا اور وہاں کے حکمران کی لڑکی سے شادی کی، اس کے بعد شمال کی طرف کسانوں اور دیگر نوآبادکاروں کی امن پسند مہم کے ساتھ روانہ ہوا لیکن پورتیے اور طور کے درمیان ایک غیر آباد مقام پر جسے اب خندق الملک (فوسے دو روا) کہتے ہیں، شارل مارتل سے مٹ بھیڑ ہوئی اور بظاہر کسی جاسوس یا کسی غدار نے رات کو عبد الرحمٰن الغافقی کو شہید کر دیا، اس لیے دوسرے دن بے سری فوج اندلس واپس ہو گئی، نئے امیر اندلس نے دوسرے ہی سال دوبارہ طور جانے کی تیاری کی، لیکن خوارج نے بغاوت کر دی، اس لیے مجبوراً فرانس کی نوآبادکاری ملتوی کرنی پڑی، میں نے دو تین مرتبہ ان مشاہد شہداء پر حاضر ہو کر فاتحہ پڑھی ہے۔

چند نسلوں بعد تونس کے اغلبی حکمرانوں نے پرووانس (جنوبی فرانس)، سوئٹزرلینڈ اور اٹلی تک اپنا اقتدار پھیلایا، اس دور یعنی دسویں اور گیارہویں صدی عیسوی کی فرانس میں کافی یادگاریں اب تک باقی ہیں، مثلاً قلعوں کے کھنڈر، ہتھیار، سکے وغیرہ،

قرآن مجید کا ترجمہ | مجریط (میڈرڈ) کے کتب خانوں میں قرآن مجید کے چار ترجمے اب تک محفوظ ہیں، جو اسپینی زبان میں عربی خط میں لکھے ہوئے ہیں، پولینڈی اور لتھوانی زبانیں بھی ایک زمانے میں وہاں کے مسلمان عربی خط میں لکھتے تھے، ایسے پولینڈی اور لتھوانی (عربی خط والے) تراجم قرآن کے مخطوطے بھی اب تک باقی ہیں، حال میں اسی طرح کا ایک یوگوسلافی (عربی خط والا) ترجمہ قرآن کا قلمی نسخہ بھی ملا ہے۔ ان حالات میں یہ گمان کرنا

بے جا نہیں کہ اموی اور عباسی (اغلبی) دور میں جب فرانس کے تقریباً ایک تہائی رقبہ پر کم و بیش سو سال تک مسلمانوں کا قبضہ رہا تو نو مسلموں کی ضرورت کے لیے عربی خط میں فرانسیسی ترجمۂ قرآن کی اشاعت ضروری ہو گئی، لیکن ابتک کوئی دستاویزی ثبوت ایسے فرانسیسی ترجمے کا نہیں ملا ہے، قدیم ترین جس فرانسیسی ترجمہ کا ذکر ملتا ہے، وہ اس سے دو صدی بعد کا ہے، جیسا کہ ذیل میں بیان کیا جاتا ہے،

فرانسیسی تراجم قرآن مجید

(۱) قسطیلہ کے حکمراں الفونسو دہم (حکمرانی ۶۵۰ھ/۱۲۵۲ء تا ۶۸۳ھ/۱۲۸۴ء) کے حکم سے طلیطلہ کے ایک عالم ودن ابراہام نے (جو غالباً یہودی تھا) قرآن مجید کے سورۃ المعارج کا اسپینی میں ترجمہ کیا، اور پھر اس اسپینی سے بوناونتورا دیسیب (Bonnaventura de seve) نے اس کا فرانسیسی میں ترجمہ کیا، (جیسا کہ جویش انسائیکلوپیڈیا میں بعنوان "قرآن" ذکر ہے) لیکن بظاہر اب اس کا کوئی وجود باقی نہیں،

(۲) پھر چار سو سال تک سکوت رہا، اس کے بعد ۱۰۵۷ھ/۱۶۴۷ء میں سیور دو رئیے پارس نے (Sieur du ryer) مکمل قرآن مجید کا ایک ترجمہ Lal coran de Mahomet کے نام سے شائع کیا، جس کے سوا سو سال میں کم از کم اکیس اڈیشن چھپے اور اس کی اساس پر متعدد یورپی زبانوں میں ترجمہ ہوا،

(۳) ساواری (M. savary) کا ترجمہ دو جلدوں میں پہلی مرتبہ پارس میں ۱۱۹۷ھ/۱۷۸۲ء میں Lekoran کے نام سے چھپا، اس کے بعد اس کے کئی اڈیشن شائع ہوئے، اب بھی بازار میں آسانی سے ملتا ہے، ادبی نقطۂ نظر سے بہت عمدہ، لیکن صحت کے لحاظ سے ناقابل اعتماد ہے،

(۴) رینو (Reinaud) فرانس کے ممتاز ترین عربی دانوں میں گزرا ہے،

اس کی مشہور تالیف "عربوں کا حملہ فرانس پر اور پھر وہاں سے سوئٹزرلینڈ اور اٹلی پر" حال میں پروفیسر ہارون خاں شروانی کے انگریزی ترجمے کے ذریعہ کافی معروف ہو چکی ہے، اسی مستشرق نے ۱۲۴۴ھ/۱۸۲۸ء میں دو جلدوں میں ایک کتاب شائع کی جس میں ڈیوک De Blacas اور بعض دوسرے لوگوں کے ذخیروں کی عربی، فارسی اور ترکی چیزوں پر روشنی ڈالی گئی ہے، اسکی دوسری جلد میں متعدد آیتوں اور سورتوں کا ترجمہ ہے،

(۵) گارسین دتاسی کے نام سے اردو داں اچھی طرح واقف ہیں، اس کی متعدد تالیفوں کے مندرجات سے گمان ہوتا ہے کہ وہ مخفی طور سے مسلمان ہو گیا تھا، اس نے فرانسیسی میں "قرآن سے ماخوذ اسلامی عقائد و فرائض" کے نام سے ۱۲۵۶ھ/۱۸۴۰ء میں ایک کتاب شائع کی جس میں بکثرت قرآنی سورتوں کا ترجمہ ہے، مولف نے صراحت کی ہے کہ یہ ساواری (نمبر۳) سے ماخوذ ہے، لیکن نظر ثانی کے بعد شائع کیا گیا ہے، پھر نظر ثالث کے بعد یہی مواد ۱۲۹۵ھ/۱۸۷۸ء میں (Islamisme D apres le Coran) کے نام سے شائع ہوا،

(۶) کازیمیرسکی (Kasimirski) اصل میں پولینڈ کا باشندہ تھا، پھر جامعہ پیرس میں عربی کا پروفیسر مقرر ہوا، اس نے ۱۲۵۶ھ/۱۸۴۰ء میں مکمل قرآن مجید کا فرانسیسی ترجمہ شائع کیا، اس کے کم از کم پچیس اڈیشن ہو چکے ہیں اور اب تک مقبول ہے، اور دوسرے ترجموں کے مقابلہ میں بہت اچھا ہے۔

(۷) کازیمیرسکی کے ترجمہ پر نظر ثانی کر کے پوتیے (G. Pauthier) نے ایک اڈیشن شائع کیا۔

(۸) ۱۲۷۳ھ/۱۸۵۶ء میں مارسل (J.J. Marcel) کے ترجمے کرنے کا ذکر ملتا ہے۔ مگر اشاعت کا پتہ نہیں چلتا۔

(۹) اسی طرح ایک اور مارسل (Citoyen Marcel) نے مختلف

آیات اور سورتوں کا منظوم ترجمہ کیا، یہ بھی میری نظر سے نہیں گزرا،

اس کے علاوہ بعض اور ترجموں کے حوالے ملتے ہیں، مثلاً

(۱۰) گالان (Gallant) نے ایک ترجمہ کیا، لیکن اس کی اشاعت سے پہلے فوت ہو گیا، اس کا مسودہ لاپتہ ہے،

(۱۱) لبلوا (Le Lebloïs) نے اپنی فرانسیسی کتاب "قرآن اور عبرانی بائبل" میں نمبر ۷۵ تا ۶۵ کی سورتوں کا ترجمہ شائع کیا،

(۱۲) سینٹ ہلیر (ST. Hilaire) نے بھی اقتباسات شائع کیے (جیسا کہ امریکی مشنری رسالہ مسلم ورلڈ نے ۱۹۲۶ء میں بیان کیا)

(۱۳) پارس کے کتب خانہ عام میں مخطوطہ نمبر ۴۶۸ بھی قرآن مجید کا فرانسیسی ترجمہ کہا جاتا ہے، مگر اس کی تحقیق میں نہ کر سکا اور ذیل کے جدید تراجم سے میں خود واقف ہوں،

(۱۴) ژربوت (CH. Gillotte) کے الجزائر کے شہر عنابہ میں ۱۲۷۱ھ/۱۸۵۴ء میں فقہ اسلامی پر جو کتاب چھاپی ہے، اس میں قرآن مجید کے اقتباس بھی ہیں،

(۱۵) فاطمہ زاہدہ (Zaida) نے La koran کے نام سے فرانسیسی میں ایک کتاب لزبن (پرتگال) میں ۱۲۷۸ھ/۱۸۶۱ء میں شائع کی ہے، مؤلفہ اپنے کو مسلمان کہتی ہے، مگر واقعہ یہ ہے کہ اس فرضی نام سے بعض مکاروں نے گپ شپ پر مشتمل ایک کتاب چھاپی ہے، سوائے سورۂ فاتحہ کے اس میں کوئی اور قرآنی سورت مجھے نظر نہ آئی۔

(۱۶) جنیوا (سوئٹزرلینڈ) کی یونیورسٹی کے قیم (ڈکٹر) دوار مونتے (Edouard MonTeT) نے پارس میں ۱۳۴۴ھ/۱۹۲۵ء میں ایک ترجمہ شائع کیا، اگرچہ یہ ترجمہ اب تک تین بار چھپ چکا ہے لیکن اتنا ناقص ہے کہ ناقابل اعتنا ہے،

(۱۷) ماردروس (J.C. Mardrus) نے ۱۳۴۵ھ/۱۹۲۶ء میں باسٹھ سورتوں کو پارس میں Chapitres Du Coran کے نام سے شائع کیا،

(۱۸) دو الجزائری مسلمانون احمد الأعمش اور ابن داؤد نے وہران (الجزائر) میں ۱۳۵۰ھ/۱۹۳۱ء میں ایک ترجمہ چھاپا جو بہت مقبول ہے،

(۱۹) پیل (O. Pesle) جو غالباً نو مسلم تھے، اور احمد تیجانی نے مل کر پارس میں ۱۳۶۶ھ/۱۹۴۶ء میں ایک ترجمہ شائع کیا، جس کے تین اڈیشن نکل چکے ہیں، یہ ترجمہ برا نہیں ہے،

(۲۰) ریژی بلاشیر (Regis Blachere) آجکل جامعۂ پارس میں عربی کے پروفیسر ہیں، انھوں نے ۱۳۶۶ھ/۱۹۴۶ء تا ۷۰ھ/۵۱ء میں ایک ترجمہ شائع کیا، جس کا دوسرا اڈیشن ۱۳۷۷ھ/۱۹۵۷ء میں شائع ہوا ہے۔

(۲۱) آلاری بے ریس (Henri Peres) نے الجزائر میں ۱۳۷۱ھ/۱۹۵۱ء میں سورۂ فاتحہ اور سورۂ بقرہ کا ترجمہ طلبہ کی تدریسی ضرورتوں کے لیے چھاپا ہے،

(۲۲) ترکی عالم محمود مختار پاشا نے حکمت قرآنی (Sagesse Coranique) کے نام سے پارس میں منتخبات قرآنی کا ترجمہ شائع کیا ہے،

(۲۳) قدیرہ (Ghedira) ایک تونسی مسلمان نے فرانس کے شہر لیون میں ۱۳۷۶ھ/۱۹۵۶ء میں ایک ترجمہ اہتمام سے آرٹ پیپر پہ چھاپا ہے،

(۲۴) آں ری مرسیے (Henri Mercier) نے مراکش کے شہر رباط میں ۱۳۷۶ھ/۱۹۵۶ء میں منتخبات قرآنی مع ترجمہ شائع کیے ہیں، اس میں عربی متن کو عربی خط کے علاوہ لاطینی خط اور موسیقی کی صوتی علامات میں بھی نقل کیا ہے، اور چند مہمل اور بھونڈی تصویریں بھی ایک بد بخت مسلمان کی طرف منسوب کر کے درج کی ہیں،

(۲۵) بشیر الدین محمود احمد امیر جماعت قادیان نے بھی ایک ترجمے کا اعلان کیا تھا، مگر یہ معلوم نہ ہو سکا کہ چھپا یا نہیں،

(۲۶) راقم الحروف ناچیز کا ترجمہ، پاریس ۱۳۷۹ھ/۱۹۵۹ء،

آخر الذکر ترجمے کی سرگذشت

۱۳۷۷ھ/۱۹۵۷ء کی بات ہے کہ ایک دن کسی اجنبی نے دروازے پر گھنٹی بجائی، معلوم ہوا کہ رتینے نامی نشریات کے مالک ہیں، کہنے لگے کہ میں قرآن مجید کا عربی متن اور ترجمہ چھاپنا چاہتا ہوں، اور پروفیسر ماسینیوں نے آپ کا پتہ دیا ہے، اور یہ فرمایش کی کہ میں سا واری (مذکور العدد ۲۰) کے ترجمہ کی نظر ثانی کر دوں، دو ہفتوں کے بعد اس کا نمونہ لے گیا، اور آج تک پھر اس کے متعلق کوئی اطلاع نہیں دی،

اس کے چند ماہ بعد ایک اور کمپنی Club Francais Du Livre کے ڈائرکٹر نے پروفیسر ماسینیوں کے ہی حوالہ سے ملاقات کی اور کہا، ہم نے حال ہی میں بائبل کا ایک نیا ترجمہ شائع کیا ہے، جو مقبول ہوا ہے، ہم چاہتے ہیں کہ قرآن مجید کا بھی ایک نیا فرانسیسی ترجمہ شائع کریں، میں نے کہا کہ اگر کوئی فرانسیسی ایک اجنبی کے ترجمے میں "بوئے کچوری می آید" کہنے لگے۔ معیاری ترجمہ تو وہی ہوتا ہے جو کوئی ایسا فرانسیسی ادیب کرتا جو عربی پر بھی عبور رکھتا اور مسلمان بھی ہوتا، مگر یہ چیز عنقا ہے، اس لیے اس کا حل یہی ہے کہ ایک عربی دان مسلمان اور ایک فرانسیسی ادیب اشتراکِ عمل سے ترجمہ کریں اور ہم آپ کو ایسا آدمی مہیا کرینگے،

میرے لیے یہ بڑی سعادت تھی، اس کا معاوضہ بھی کافی ملا، مگر میں نے یہ پوری رقم یہاں کی اسلامی انجمن "مرکز ثقافت اسلامی" کو دیدی، صفر ۱۳۷۷ھ میں معاہدے پر دستخط ہو گئے، اور یہ شرط قرار پائی کہ اٹھارہ مہینوں میں ترجمہ پورا کر دیا جائے،

میں نے پاریس اور استانبول میں کام جاری رکھا اور میرے مسودے پر "تمت بحمد اللہ"

پاریس، ۳۰ صفر ۱۳۷۸ھ اور ٹائپ شدہ مبیضے پر ایک ماہ بعد کی تاریخ، ستمبر ۱۹۵۸ء درج ہے، جیسے جیسے کام ہوتا گیا اپنے رفیق کار موسیو لیتوری کو بھیجتا رہا، وہ ترمیم کر کے واپس کرتے رہے، نظر ثانی میں بھی اسی طرح ان کو بھیجتا رہا، اس کے بعد ان کے مسکن شہر روبے (Roubaix) میں جاکر دسمبر ۱۹۵۸ء اور جنوری ۱۹۵۹ء میں چند ہفتوں تک پاس قیام کر کے شروع سے آخر تک مکرر تصحیح کر کے ناشر کے سپرد کر دیا گیا اور انتظامی مراحل کے گزرنے کے بعد ۱۹۵۹ء میں کمپوز ہونا شروع ہو گیا اور سات سو صفحے کے پروف ایک ماہ میں مل گئے، اکتوبر میں طباعت اور جلد بندی ہوئی، اور یکم نومبر کو شائع ہو گیا، بعون اللہ وفضلہ۔

اس ترجمہ کی بعض خصوصیتیں یہ ہیں:

اس کی طباعت دو رنگی ہے، ترجمہ الگ رنگ میں ہے اور حواشی الگ رنگ میں، تاکہ باطنی تقدس کے ساتھ ظاہری حسن سے بھی آراستہ ہو، حواشی میں اس کی کوشش کی گئی ہے کہ جہاں کہیں توریت، انجیل، زبور کے حوالے ہیں یا قرآنی قصے ان کتابوں میں ہیں، ان کے مکمل حوالے دیئے گئے ہیں، حجاب اور تعدد زوجات وغیرہ کے احکام میں توریت و انجیل کے حوالے بھی دیئے گئے ہیں،" وانہ لفی زبر الاولین" کے سلسلے میں حضرت ادریس سے لیکر حضرت عیسیٰ علیہما السلام تک کے اقوال اور پارسی اور ہند و کتبِ مقدسہ کے مکمل حوالے ہیں، اور دوسرے جو فوائد ذہن میں آئے وہ بھی درج کیے گئے ہیں،

شروع میں پچاس ساٹھ صفحوں کا ایک مقدمہ ہے، اس کی اہم ذیلی سرخیاں یہ ہیں:

قرآن کا مولف، الہام ربانی کا مفہوم مختلف ملتوں میں، نزول وحی کی کیفیت، قرآن و حدیث کا فرق۔ قرآن کا اسلوب بیان اور اس اسلوب کا مقصد، مندرجاتِ قرآنی، قرآن میں یہودیوں سے زیادہ خطاب کیوں ہے۔ قرآنی تصور حیات اور اقسامِ احکام،

عورت کا ذکر قرآن میں، غلامی اور قرآن، سیرت نبویہ قرآن کی روشنی میں، اس سے قرآنی اشاروں کا تاریخی پس منظر سمجھ میں آجاتا ہے، قرآن مجید کی تدوین کی تاریخ، ترتیب آیات وسورت ہائے قرآنی، عربی خط اور اعراب اور دیگر علامات تحریری، قرآن کے نسل بہ نسل تحفظ کا دہرا طریقہ یعنی تحریر و حفظ، صحت متن کے لیے استاذ سے سماع اور اجازت، اختلاف روایات، مسئلہ تنسیخ و تبدیل، تجوید و تلاوت، تراجم قرآنی جن کا آغاز صحابۂ کرام نے فرمایا، تاریخ (مسلمان مترجمین اور غیر مسلم مترجمین) ایک نئے فرانسیسی ترجمے کی ضرورت، یورپی زبانوں میں تراجم قرآنی کی مکمل فہرست،

کتاب میں جغرافیۂ قرآنی اور مشاعر حج کے متعدد نقشے بھی ہیں۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ

قرآنی کتابیں

ارض القرآن حصہ اول

عرب کا قدیم جغرافیہ، عاد و ثمود، سبا، اصحاب الایکہ، اصحاب الحجر، اصحاب الفیل کی تاریخ اس طرح لکھی گئی ہے جس سے قرآن مجید کے بیان کردہ واقعات کی یونانی، رومی، اسرائیلی لٹریچر اور موجودہ آثار قدیمہ کی تحقیقات سے تائید و تصدیق ثابت کی ہے۔ (از مولانا سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ) قیمت: چار روپے ۵۰ نئے پیسے۔

ارض القرآن حصہ دوم

قرآن مجید کے اندر جن قوموں کا ذکر ہے، ان میں سے مدین، اصحاب الایکہ، قوم ایوب، بنو اسمٰعیل، اصحاب الرس، اصحاب الحجر، انصار اور قریش کی تاریخ اور عرب کی تجارت، زبان اور مذہب پر تفصیلی مباحث۔

قیمت: تین روپے ۵۰ نئے پیسے۔

منیجر

ادبیات

ولادتِ باسعادت

ساقی نامہ

از جناب جگن ناتھ آزاد

جگن ناتھ آزاد صاحب نے جمہور نامہ کے نام سے کئی ہزار اشعار کی ایک طویل نظم لکھی ہے جس میں ابتدائے آفرینش سے لیکر اسوقت تک دنیا کی سرگذشت بیان کی گئی ہے، اس کا ایک باب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور اسکی برکتوں پر بھی ہے، آزاد صاحب اگرچہ ہندو ہیں لیکن اسلامی افکار و تصورات اور مسلمانوں کی تہذیب و روایات کے بڑے مزاج شناس ہیں، اسلیے اسلامی موضوع پر انکی نظموں میں اسلامی روح بولتی نظر آتی ہے، اسلیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا ٹکڑا بڑا موثر اور دلکش ہے، اس قسم کی نظموں میں جو مختلف النوع اور واقعات و خیالات پر مشتمل ہوں، شاعرانہ پہلو کا سنبھالنا آسان نہیں ہے، لیکن جگن ناتھ صاحب ایک قادر الکلام شاعر ہیں، اسلیے انھوں نے اس نظم میں شاعرانہ خوبیوں کو بھی ہاتھ سے جانے نہیں دیا ہے، جسکا اندازہ اس نظم سے ہوگا، م

پلادے معرفت کی جس قدر بھی ہوئے باقی
کہ میرے لب پہ ذکر فخر موجودات ہے ساقی

اٹھا وہ جام جو احساس کی دنیا کو گرمادے
مرے جذبے کو اپنی ایک موج مے سے چمکا دے

جو مجھ کو بات کرنے کا مودب ڈھنگ سکھلادے
مری گفتار کی قوت پہ یہ احسان فرمادے

کہ اب مجھکو گزرنا ہے بڑے نازک مقاموں سے
کبھی بطحا کی صبحوں سے کبھی یثرب کی شاموں سے

جہانِ شاعری میں آج وہ جائے بھرم میرا
سخن سنجوں کی صف میں ہو نہ شرمندہ قلم میرا

مجھے لکھنا ہے اک انسانیت کا بابِ تابندہ
منور جس کے ہوں الفاظ مصرعے جسکے رخشندہ

مجھے اک محسنِ انسانیت کا ذکر کرنا ہے
مجھے رنگِ عقیدت فکر کے سانچے میں بھرنا ہے

بیاں کرنا ہے اوجِ ابن آدم بن کے کون آیا
بیاں کرنا ہے فخرِ ہر دو عالم بن کے کون آیا

بتانا ہے کہ جب انسان سچی راہ بھولا تھا
وہ جب نازاں تھا کج بینی پہ گمراہی پہ پھولا تھا

تو کیونکر غیب سے انسانیت کا رہنما آیا
شفاعت کا لیے ساماں بشر کا آسرا آیا

وہ کیا ساماں تھا جب اُتری تھی رحمت دو جہانوں کی
بلندی مل گئی کیونکر زمیں کو آسمانوں کی

بشر سے کس طرح توراۃ کے وعدے ہوئے پورے
سحر کے شام کے دن رات کے وعدے ہوئے پورے

بشارت جس کی دی تھی ابن مریم نے زمانے کو
وہ ہستی کون تھی کب آئی تھی محفل سجانے کو

نہ ہے تابِ سخن مجھ کو نہ ہے تحریر کا یارا
میں ذرہ ہوں مرا موضوع خورشید جہاں آرا

کہانی لکھ چکا ہوں گرچہ سورج چاند تاروں کی
بہت دہرا چکا ہوں داستاں رنگیں بہاروں کی

مگر وہ چاند، تارے، پھول سورج سب ہیں جسمانی
جواب موضوع ہے خورشید میرا وہ ہے روحانی

یہ خورشید ضمیر آرا ہے خورشید معانی ہے
اسی خورشید کی ذرے کے لب پر اب کہانی ہے

عرب اور باقی دنیا کی حالت
محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے قبل

عرب کی سرزمیں پر خیمہ زن گھرا اندھیرا تھا
جہاں تک کام کرتی تھی نظر ظلمت کا ڈیرا تھا

عرب کی سرزمیں ہر قید سے آزاد دنیا تھی
یہ دنیا اک عجب مجموعۂ اضداد دنیا تھی

یہ صحرائے لق و دق یہ شتربانوں کا گہوارہ
لیے بیٹھا تھا ہر گوشے میں ایماں سوز نظارہ

قبیلوں میں یہاں تقسیم تھی انسان کی دنیا
فقط جنگ و جدل پر تھی فدا ارمان کی دنیا

بہانہ ڈھونڈتے پھرتے تھے انسان جنگ بازی کا
ہر اک گردن کی گھٹی میں پڑا تھا فتنہ سازی کا

بظاہر گرچہ تھے یہ دین ابراہیم کے پیرو
بباطن تھے مگر سب اپنی ہی تنظیم کے پیرو

یہاں جتنے بھی پیشے تھے شجاعت کے ٹھکانے تھے
مگر اپنے ہی بھائی اس شجاعت کے نشانے تھے

بہادر جس قدر بھی تھے بہم دست و گریباں تھے
جنوں وہ تھا کہ اپنے ہاتھ تھے اپنے ہی داماں تھے

کمالِ بدزبانی تھا کمال ان کی طلاقت کا
نمونہ فحش گوئی کا نمونہ تھا فصاحت کا

بڑا معیار تھا ان کی شرافت کا نجابت کا
کہ دھندلا سا تصور بھی نہ تھا عورت کی عزت کا

یہ اپنی بیٹیوں کو جا کے زندہ گاڑ آتے تھے
کتابِ زندگی کا یہ ورق خود پھاڑ آتے تھے

سمجھتے تھے کہ بیٹی داغ ہے انساں کے دامن کا
اسے کہتے تھے وہ اک خار ہستی کے گلستاں کا

عجب انداز تھا انکی ثقافت کا عدالت کا
نرالا رنگ تھا ان کی شجاعت کا سخاوت کا

جو تھے جود و کرم والے نمایاں تھا یہ حال انکا
کہ کمزوروں کے حق کو مار لینا تھا کمال انکا

سخی جو تھے وہ بیواؤں کا حق اپنا سمجھتے تھے
جواں بیٹے جو تھے ماؤں کو حق اپنا سمجھتے تھے

یہاں مذہب کی عزت تھی نہ تھی ایمان کی عزت
نہ ہو ایمان کی تو پھر کہاں انسان کی عزت

غرض اس سرزمیں کی تھی عجب ناگفتنی حالت
جو نظارہ تھا اس کا، تھا وہی نظارۂ عبرت

یہاں قرآن بن کر حرفِ حق کو جگمگانا تھا
وہ خطہ آج اک گہرے اندھیرے کا ٹھکانا تھا

ایران

عرب سے مختلف تھا گرچہ کچھ ایران کا عالم
یہاں بھی تھا مگر ناگفتنی ایمان کا عالم

شہنشاہی کی یاں بے نور شمعیں جھلملاتی تھیں
بھڑک اٹھتی تھیں وہ کچھ دیر جب بجھنے پہ آتی تھیں

یہ ان بجھتی ہوئی شمعوں کا تھا انداز نورانی

کہ ظلمت میں اضافہ کر رہی تھی ان کی تابانی

یونان اور روم

وہی یونان کہلاتا تھا جو تہذیب کی دنیا ۔۔۔ وہی روئے زمیں پر آج تھا تخریب کی دنیا

یہ تحقیق و تجسس کا جہاں تھا آج ویرانہ ۔۔۔ فلاطوں کی خرد، سقراط کی دانش تھی افسانہ

زمیں بالکل ہی بنجر تھی گھٹا جس پر برستی تھی ۔۔۔ کتابِ زندگانی اہلِ معنی کو ترستی تھی

ارسطو کی طلاقت ایک گم گشتہ خزانہ تھی

سکندر کی شجاعت ایک پارینہ فسانہ تھی

وہ دنیا جس پہ تھی اسکندرِ اعظم کی دارائی ۔۔۔ بالآخر رومیوں کے ایک دن زیرِ نگیں آئی

یہ رومی کاروبارِ زندگی میں گرچہ ماہر تھے ۔۔۔ مگر تہذیب کے معنی سمجھنے سے وہ قاصر تھے

نہ تھا ان کو ذرا فن و ہنر کے نام سے مطلب ۔۔۔ انھیں تھا بس حکومت اور اسکے کام سے مطلب

یہ بیچارے رہے اخلاق کے عالم سے ناواقف

یہ آدم زاد تھے ہمدردیِ آدم سے ناواقف

چین

بہت چمکا زمیں پر چین کی تہذیب کا تارا ۔۔۔ مگر اب بجھ کے ٹھنڈا ہو چکا تھا یہ جہاں آرا

کبھی ہوتی رہی ہو گی یہاں تعظیم کنفیوشس ۔۔۔ دلوں سے ہو چکی تھی محو اب تعظیم کنفیوشس

ولادتِ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

غرض دنیا میں چاروں سمت اندھیرا ہی اندھیرا تھا ۔۔۔ نشانِ نور گم تھا اور ظلمت کا بسیرا تھا

کہ دنیا کے افق پر دفعتہً سیلابِ نور آیا ۔۔۔ جہانِ کفر و باطل میں صداقت کا ظہور آیا

حقیقت کی خبر دیتا بشیر آیا نذیر آیا ۔۔۔ شہنشاہی نے جس کے پاؤں چومے وہ فقیر آیا

بھٹکتی خلق کو رستہ دکھانے رہنما آیا ۔۔۔ سفینے کو تباہی سے بچانے ناخدا آیا

مبارک ہو زمانہ کو کہ ختم المرسلیں آیا ۔۔۔ سحابِ رحم بن کر رحمۃ للعالمیں آیا

خلیق آیا کریم آیا رؤف آیا رحیم آیا ۔۔۔ کہا قرآں نے جس کو صاحبِ خلقِ عظیم آیا

بصیرت عام فرماتا ہوا مردِ بصیر آیا ۔۔۔ اندھیرے کی حکومت میں تجلّی کا سفیر آیا

بشر بن کر زمانے کا جمالِ اولیں آیا ۔۔۔ متاعِ صدق لیکر صادق الوعد و امیں آیا

وہ آیا فقر و فخری رتبہ ہے جس کی قناعت کا ۔۔۔ وہ آیا جو معلّم ہے جہاں میں دینِ فطرت کا

وہ آیا جس کو کہئے فخرِ آدم، ہادیِ اکرم ۔۔۔ وہ آیا جس کو کہئے زندگی کا محسنِ اعظم

سراپا علم بن کر صاحبِ امّ الکتاب آیا ۔۔۔ زمینِ تشنہ لب کی زندگی بنکر سحاب آیا

تجلّی عام فرماتا ہوا شمس الضحٰے آیا ۔۔۔ امام الانبیاء، آیا محمد مصطفٰے آیا

محمد مصطفٰے یعنی وہ محبوبِ خدا آیا ۔۔۔ دلوں نے سرخوشی پائی کہ احمد مجتبےٰ آیا

کبھی پھرتا رہا جو زندگی کی چشمِ حیراں میں ۔۔۔ وہی جلوہ سمٹ کر آگیا خود بزمِ امکاں میں

نوید جانفزا پائی یتیموں نے غریبوں نے ۔۔۔ غلاموں، بے سہاروں، بیکسوں، آفت نصیبوں نے

پیامِ زندگانی مل رہا تھا زیردستوں کو ۔۔۔ قضا آنکھیں دکھاتی پھر رہی تھی خود پرستوں کو

دلِ دنیا سے ہر ارمان اٹھتا تھا دعا بن کر

مسرت نعرہ زن تھی چارسو پیکِ صبا بن کر

سلام

سلام اے ظلِّ سبحانی سلام اے نورِ یزدانی ۔۔۔ سلام اے وقت کی تقدیر کے ماتھے کی تابانی

سلام اے سازِ ایمانی سلام اے سوزِ قرآنی ۔۔۔ سلام اے حرفِ روحانی سلام اے نطقِ ربانی

سلام اے آسمانِ قدس کے مہرِ جہاں آرا — سلام اے کیف و رنگِ نوبہار اے گلستاں آرا

سلام اے رحمتِ عالم، سلام اے سیدِ والا — سلام اے فخرِ آدم انبیا کے طرۂ زیبا

سلام اے نورِ حق اے شمعِ ظلمت خانۂ دنیا — سلام اے ساقیِ دریا دلِ میخانۂ دنیا

سلام اے دستگیرِ بیکساں اے ہادیِ اکرم — سلام اے دو جہاں کی زندگی کے محسنِ اعظم

سلام اے وہ کہ ہے پیغمبرِ امی لقب تیرا — سلام اے وہ کہ تیری ذات پر نازاں نسب تیرا

سلام اے وہ کہ تجھ تیرے لیے تورات کے وعدے — بشر سے تجھ سحر کے شام کے دن رات کے وعدے

سلام اے وہ کہ تیری ابن مریم نے بشارت دی — جہانِ زندگی کے کیف نے کم نے بشارت دی

سلام اے بیکسوں کو ارجمندی بخشنے والے — سلام اے پست حالوں کو بلندی بخشنے والے

سلام اے دیوِ باطل کی کلائی موڑنے والے — سلام اے آدمی کا حق سے رشتہ جوڑنے والے

سلام اے نازشِ فخر و وقارِ آدمِ فانی

سلام اے بزمِ تاریک جہاں میں شمعِ نورانی

عرب کی موجودہ حکومتیں

جزیرۃ العرب کے ساتھ مذہبی تعلق و عقیدت کے باوجود ہندوستان کے مسلمانوں کو نجد و حجاز کے علاوہ عرب کے دوسرے حصوں اور حکومتوں کے حالات سے بہت کم واقفیت ہے، اس لیے اس کتاب میں عرب کے تفصیلی جغرافیہ اور تمام قابل ذکر حکومتوں نجد و حجاز، عسیر و یمن، لحج، نواحی تسعہ، بحرین، کویت اور فلسطین و شام کے مختصر حالات جمع کر دیے گئے ہیں۔ (مرتبہ شاہ معین الدین احمد ندوی)

ضخامت ۱۷۰ صفحے، قیمت: ایک روپیہ ۵۰ نئے پیسے

منیجر

مطبوعات جدیدہ

زجاجۃ المصابیح (عربی) جلد رابع — مرتبہ مولانا ابو الحسنات سید عبد اللہ صاحب لمبی تقطیع، کاغذ، کتابت و طباعت عمدہ صفحات ۴۸۴ قیمت ؁ پتہ: مولانا ابو الحسنات سید عبد اللہ شاہ صاحب محلہ حسینی علم، جوبلی، پوسٹ آفس (۲) حیدر آباد دکن (ہند)

اس کتاب کے پہلے حصوں پر معارف میں ریویو کیا جا چکا ہے، یہ کتاب کا چوتھا حصہ ہے جو کتاب الآداب، کتاب الرقاق اور کتاب الفتن پر مشتمل ہے، اس کی ترتیب بالکل مشکوٰۃ المصابیح کے طرز کی ہے، صرف فرق یہ ہے کہ مشکوٰۃ میں شوافع کے مسلک کی مؤید روایات ہیں، اور اس میں احناف کے مسلک کی، فاضل مرتب نے حواشی میں متداول شرحوں کی مدد سے احادیث کی ضروری تشریح اور ان سے حنفی مسلک کا استنباط، اور اس کی موید دوسری حدیثیں بھی نقل کر دی ہیں، اور فقہ کی کتابوں سے حنفی مسلک کا تذکرہ بھی کر دیا ہے، اور جن مسائل پر اعتراض کیا جاتا ہے، اس کا جواب بھی دیا ہے، اس لحاظ سے یہ کتاب احادیث نبوی کا ایک مفید مجموعہ بھی ہے اور حنفی مسلک کی ترجمان بھی، یہ کتاب مرتب کر کے مولف نے دونوں کی لائق تحسین خدمت انجام دی ہے۔

نور المصابیح (اردو) — مترجمہ مولانا محمد منیر الدین صاحب، لمبی تقطیع، کاغذ، کتابت و طباعت بہتر، صفحات ۳۱۱ قیمت للعہ پتہ: مکتبہ نقشبندیہ ۱۹۰۵/۲۲-۴۴ حسینی علم بارہ گلی، حیدر آباد دکن (۲)

یہ کتاب زجاجۃ المصابیح حصۂ اول کا اردو ترجمہ ہے، اور کتاب الایمان، کتاب العلم اور کتاب الطہارۃ

اور اس کے تحتانی ابواب پر مشتمل ہے، اس ترجمہ سے زجاجۃ المصابیح کا افادہ عام ہو جائے گا، اور اردو خواں
طبقہ بھی اس سے فائدہ اٹھا سکے گا، ترجمہ اگرچہ عام فہم ہے، مگر اس میں مزید سلاست اور شگفتگی پیدا کرنے
کی ضرورت تھی،

مذہب و تمدن - از مولانا ابوالحسن علی ندوی تقطیع خورد، کاغذ، کتابت و طباعت بہتر،
صفحات ۱۲۸، قیمت عہ پتہ: ادارۂ نشریات اسلام، رحیم یار خاں، مغربی پاکستان،

یہ کتاب فاضل مصنف کا وہ مقالہ ہے جو انھوں نے جامعہ ملیہ اسلامیہ کی فرمایش پر اس کی ایک
علمی مجلس میں پڑھا تھا اور اسی زمانہ میں یہ شائع بھی ہوگیا تھا، مگر اب نایاب تھا، اسلیے ادارۂ نشریات اسلام
نے مصنف کی نظر ثانی کے بعد دوبارہ شائع کیا ہے، فاضل مقالہ نگار نے اس مقالہ میں مذہب، فلسفہ
اور تمدن کے بعض مشترک اہم اور بنیادی مسائل پر عقل، فلسفہ، اشراق، روحانیت اور دوسرے
تمدنی نظاموں کی روشنی میں بحث کرکے ثابت کیا ہے کہ یہ سب ان مسائل کو حل کرنے سے قاصر ہیں اور
مذہب رسالت کی تعلیمات ہی ان کی مشکلات کو حل کرسکتی ہیں فاضل مصنف کی دوسری تحریروں کی طرح یہ مقالہ
بھی ایمان و یقین سے معمور اور بڑا مؤثر و دلپذیر ہے، اور خصوصیت کے ساتھ جدید تعلیمیافتہ طبقہ
کے مطالعہ کے لائق ہے،

تذکرۂ مخطوطات جلد چہارم } مرتبہ ڈاکٹر سید محی الدین قادری صاحب زور، علمی تقطیع، کاغذ، کتابت و طباعت بہتر،
صفحات ۱۹۱ مجلد مع گرد پوش و غیر مجلد، قیمت تحریر نہیں، پتہ: سب رس
کتاب گھر، ادارۂ ادبیات اردو، خیریت آباد، حیدرآباد، ۴،

ادارۂ ادبیات اردو حیدرآباد کے کتب خانہ کے مخطوطات کی فہرست کی تین جلدیں اس سے پہلے
شائع ہو چکی ہیں، جن پر معارف میں تبصرہ ہو چکا ہے، یہ چوتھی جلد دو سو قلمی کتابوں کی فہرست پر مشتمل ہے
اور پہلی جلدوں کی طرح اس میں بھی تصنیف اور مصنف کے متعلق ضروری معلومات تحریر کی گئی ہیں،

شروع میں چاروں جلدوں کی اجمالی اور چوتھی جلد کی بلحاظ موضوع فہرست بھی دیدی گئی ہے، یہ فہرست
اردو پر کام کرنے والے طلبہ کے لیے بڑی مفید اور کارآمد ہے،

رباعیات محروم - از جناب تلوک چند محروم، چھوٹی تقطیع، کاغذ، کتابت و طباعت عمدہ،
صفحات ۲۵۲، مجلد مع گرد پوش، قیمت ۱۲؍ پتہ: رسالہ بیسویں صدی ترکمان گیٹ، دہلی،

جناب تلوک چند محروم اس دور کے اساتذۂ سخن میں ہیں اور اردو شعر و ادب پر انکی نظر
استادانہ ہے، بقول سر عبدالقادر مرحوم "انھوں نے اپنی عمر بھر کی محنت سے یہ ثابت کیا ہے
کہ اردو ہندوؤں اور مسلمانوں کا ایک بیش قیمت سرمایہ ہے"، اردو کے اصناف سخن میں رباعی
بہت مشکل صنف ہے، اس لیے دوسرے اصناف سخن کے مقابلہ میں رباعیات کے مجموعے کم ہیں،
لیکن جناب محروم جس درجہ کے غزل گو اور ناظم ہیں، اسی درجہ کے رباعی گو بھی ہیں، اور انکی رباعیات
کا ایک مجموعہ عرصہ ہوا چھپ چکا ہے، اب اس کا دوسرا اڈیشن شائع ہوا ہے جس میں مختلف عنوانات
کے تحت بڑی حکیمانہ اور سبق آموز رباعیاں ہیں، اردو رباعیوں کے علاوہ آخر میں چند فارسی رباعیاں
بھی شامل ہیں، یہ مجموعہ جناب محروم کے کلام کی پختگی و بلندی، زبان کی حلاوت و سلاست اور بیان
کی دلکشی و دلآویزی کا نمونہ ہے، مجموعے کے شروع میں اکبر الہ آبادی کی ایک منظوم تقریظ کے
علاوہ ڈاکٹر اقبال اور علامہ برج موہن دتاتریہ کیفی کے پرمغز دیباچے ہیں جن میں رباعیات محروم
کی مختلف حیثیتوں پر تبصرہ کیا گیا ہے، یہ مجموعہ اپنی فنی اور معنوی خوبیوں کے لحاظ سے ارباب ذوق
کے مطالعہ کی چیز ہے،

شہادت حسین - مرتبہ جناب مفتی انتظام اللہ شہابی، تقطیع خورد، کاغذ، کتابت و طباعت بہتر،
صفحات ۱۳۹، مجلد مع رنگین گرد پوش، قیمت عہ، ناشر محمد سعید اینڈ سنز تاجران کتب قرآن محل،
مقابل مولوی مسافر خانہ، کراچی، پاکستان،

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی سوانح اور واقعۂ شہادت پر اردو میں کئی کتابیں لکھی جا چکی ہیں ، یہ نئی کتاب مشہور اہل قلم مفتی انتظام اللہ صاحب شہابی نے لکھی ہے ، اس میں واقعۂ کربلا کے علاوہ شروع میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات اور آخر میں آپ کے کمالات ، فضائل اخلاق اور اولاد و ازواج کا بھی تذکرہ ہے ، کتاب عام لوگوں کے مطالعہ کے لیے اچھی ہے ،

تذکرہ شعرائے قدیم نطھونگر } مرتبہ جناب حسرت سہروردی بی اے ، تقطیع خورد ، کاغذ ، کتابت وطباعت بہتر ، صفحات ۹۶ ، مجلد مع گرد پوش ، قیمت عہ ، (۱) سکریٹری تامل ناڈ اردو مجلس نشیمن (رجسٹرڈ) نے نگر ، ترچناپلی (۲) مدینہ پریس ، ٹرپلیکن ، ہائی روڈ ، مدراس ۵ ، وغیرہ

یہ جنوبی ہند کے علاقہ ترچناپلی (نطھر نگر) کے تقریباً ایک صدی پہلے کے بعض شعراء کا تذکرہ ہے لیکن اس میں شاعروں کے حالات برائے نام ہیں ، زیادہ تر کلام کے نمونے اور ان کی خصوصیات پر تبصرہ کیا گیا ہے اسلیے اسکو تذکرہ مشکل ہی سے کہا جاسکتا ہے ، کتاب میں غیر ضروری باتوں کے بجائے اگر شعرا کے حالات پر زیادہ توجہ کیجاتی تو یہ کتاب زیادہ مفید ہوتی ، غالباً یہ مرتب کی پہلی تصنیفی کوشش ہے ، اس لیے اس میں تحریر کی خامیاں بھی ہیں لیکن اس حیثیت سے مفید ہے کہ اس سے جنوبی ہند کے ایک دور دراز علاقہ میں اردو کی مقبولیت کا اندازہ ہوتا ہے اور وہاں کے شعراء کے حالات اور ان کا کلام گو مختصر ہی محفوظ ہوگیا ،

سفر حجاز ۔ از جناب عبد الکریم ثمر صاحب ، چھوٹی تقطیع ، کاغذ عمدہ ، خوبصورت ٹائپ ، صفحات ۱۰۰ ، قیمت ۶ ، پتہ : مکتبہ عرفان ، اچھرہ ، لاہور ، پاکستان ،

مصنف شاعر کی حیثیت سے روشناس ہیں ، اس کتاب سے معلوم ہوا کہ وہ نثر کا بھی ذوق رکھتے ہیں ، گذشتہ سال وہ حج بیت اللہ سے مشرف ہوئے تھے ، یہ کتاب اسی سفر کی روداد ہے ، اس میں حج و زیارت اور سفر کی روداد کے علاوہ مکہ معظمہ ، مدینہ طیبہ ، دوسرے مقامات اور

ان کے آثار و مشاہد کے مختصر تاریخی اور تمدنی حالات اور آخر میں گنبد خضرا کے سایہ میں لکھے ہوئے چند سلام اور نعتیہ نظمیں بھی شامل ہیں ، جن کے لفظ لفظ سے سوز و گداز اور عقیدت و محبت کے جذبات ٹپکتے ہیں ، اس لیے اس کا مطالعہ ہم خرما و ہم ثواب کے مصداق ہے ، مگر کتابت وطباعت کی غلطیاں بہت ہیں ،

(۱) حقیقت کی تلاش
(۲) اسلام ایک عظیم جد و جہد } از جناب وحید الدین خاں صاحب چھوٹی تقطیع کاغذ ، کتابت وطباعت بہتر ، صفحات بالترتیب ۵۹ ، ۳۳ ۔ قیمت بالترتیب ۵۰ اور ۳۲ نئے پیسے ، پتہ : مکتبہ جماعت اسلامی ہند ، رامپور ۔ یوپی

یہ دونوں رسالے دراصل دو مقالے ہیں ، پہلا مقالہ مسلم یونیورسٹی کے یونین ہال میں پڑھا گیا تھا ، اس میں انسانی ذہن کے تین فطری اور نفسیاتی سوالات خالق ، معبود اور انجام کی تلاش کا تجزیہ کر کے پہلے عقل و سائنس سے اس کا جواب معلوم کرنے کی کوشش کی گئی ہے ، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت سے ایسا تشفی بخش جواب دیا گیا ہے کہ اس میں اسلامی دعوت کا خلاصہ آگیا ہے ، دوسرے مقالے میں یہ بتایا گیا ہے کہ اسلام نے جس کامیابی اور کامرانی کا وعدہ کیا ہے وہ بڑی جد و جہد اور قربانی کے بعد حاصل ہوتی ہے ، اور اس جد و جہد کے تین لازمی اور بنیادی مراحل ہیں ، ایمان ، ہجرت ، اور جہاد ، اور ان کی ضروری تشریح بھی کر دی گئی ہے ، یہ دونوں مقالے اپنی افادیت کے لحاظ سے عام مسلمانوں اور خصوصیت کے ساتھ جدید تعلیمیافتہ لوگوں کے مطالعہ کے قابل ہیں ،

سحر حلال ~~مرتبہ ڈاکٹر مولوی عبد الحق صاحب~~ ، تقطیع چھوٹی ، کاغذ ، کتابت وطباعت اچھی ، صفحات ۱۳۴ ، قیمت عہ ، پتہ ۵۵۶ ڈلائل روڈ ، بائیکلہ ، بمبئی نمبر ۱۱

یہ جناب ساحر بھوپالی کا مجموعۂ کلام ہے ، اس کا زیادہ حصہ غزلیات پر مشتمل ہے ، چند نظمیں اور

تضمینیں بھی ہیں، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ساحر صاحب اصل میں غزل گو ہیں، زبان اور تخیل کی بعض خامیوں سے قطع نظر مجموعی حیثیت سے کلام غزل کے لوازم سے آراستہ ہے، مگر اس کی قیمت زیادہ ہے،

اردو صرف و نحو۔ مرتبہ ڈاکٹر مولوی عبدالحق صاحب، چھوٹی تقطیع، کاغذ، کتابت و طباعت اچھی، صفحات ۱۳۴ قیمت عمر پتہ: انجمن ترقی اردو ہند، علی گڈھ

یہ کتاب ڈاکٹر مولوی عبدالحق صاحب کی پرانی تصنیف ہے اب اسکا نیا اڈیشن انجمن ترقی اردو ہند نے شائع کیا ہے، اس میں اردو صرف و نحو کے قواعد اختصار مگر جامعیت اور استقصا کیساتھ بیان کیے گئے ہیں، کتاب کی خوبی کیلئے مصنف کا نام کافی ہے۔

اوراق پریشاں۔ از جناب چودھری محمد مصطفےٰ حسین صاحب بسمل لکھنوی، متوسط تقطیع، کاغذ، کتابت وطباعت عمدہ، صفحات ۱۱۲ مجلد مع رنگین گرد پوش، قیمت: عہ پتے: مدرسۃ الواعظین کیننگ اسٹریٹ لکھنو (۲) دلاور حسین اسٹاف رپورٹر۔ امرت بازار پتریکا۔ ۲۳ بی ایبٹ روڈ۔ لکھنو۔ (۳) ادبستان گوئن روڈ لکھنو وغیرہ۔

جناب چودھری محمد مصطفےٰ حسین بسمل لکھنوی مرحوم، حضرت صفی لکھنوی کے شاگرد اور ایک قادر الکلام و پرگو شاعر تھے، انکی وفات کے بعد انکے لائق فرزند چودھری عباس حسین صاحب اور دوسرے متعلقین کی کوششوں سے یہ مجموعہ شائع ہوا ہے، جو بیشتر غزلیات پر مشتمل ہے، دوسرے اصناف سخن برائے نام ہیں، کلام ظاہری اور معنوی دونوں خوبیوں سے پوری طرح آراستہ ہے، اس لیے ارباب ذوق اس سے لطف اندوز ہو سکتے ہیں،

ذہنی تربیت۔ از جناب شوکت علی صاحب بی، اے ایل، ٹی، تقطیع خورد، کاغذ، کتابت وطباعت بہتر، صفحات ۹۶ قیمت ۱۲ر پتہ: مکتبہ جماعت اسلامی ہند، رام پور یوپی۔

یہ کتاب بچوں کی ذہنی تربیت اور دماغی تفریح کے لیے لکھی گئی ہے، اس میں دلچسپ اور پرلطف سوالات ہیں، جن کا آخر میں جواب بھی دیدیا گیا ہے، کتاب جس مقصد کے لیے لکھی گئی اس کے لیے مفید ہے، اور ایسے بچوں کے علاوہ فرصت کے اوقات میں بڑی عمر کے لوگ بھی دماغی تفریح حاصل کر سکتے ہیں۔

"ض"

سلسلۂ تابعین و تبع تابعین رض

اہل کتاب صحابہ و تابعین رض

شروع میں عرب کے یہود و نصاریٰ کی قدیم تاریخ اور اُن کے تمدنی و سیاسی اثرات اور اُن کی دینی و اخلاقی حالت کی تفصیل اور اس کے بعد حروف تہجی کے اعتبار سے (۹۳) اہل کتاب صحابہ اور تابعین اور اُن کے بعد صحابیات اور تابعات کا تذکرہ قلم بند کیا گیا ہے، مرتبہ مولوی حافظ مجیب اللہ صاحب ندوی۔

ضخامت ۲۶۵ صفحے قیمت: للعہ

تابعین رض

اس میں حضرت عمر بن عبدالعزیز رض، حسن بصری رض، اویس قرنی، امام زین العابدین رض، سعید بن مسیب، محمد بن سیرین، ابن شہاب زہری، اور قاضی شریح وغیرہ ۹۶ اکابر تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے سوانح اُن کے علمی، مذہبی، اخلاقی، اور علمی مجاہدات اور کارناموں کی تفصیل ہے، مرتبہ شاہ معین الدین احمد ندوی،

طبع دوم ضخامت ۵۷۶ صفحے قیمت عہ

تبع تابعین رض

(حصہ اول)

علم و عمل اور مذہب و اخلاق میں جس طرح صحابۂ کرام کے جانشین اور تربیت یافتہ تابعین عظام تھے، اور صحابۂ کرام کے بعد انہی کی زندگی ملت اسلامیہ کے لئے نمونۂ عمل بنی، بالکل اسی طرح تابعین کرام کے جانشین اور اُن کے فیض یافتہ تبع تابعین تھے، سیر الصحابہ کے سلسلہ کی تکمیل کے بعد دار المصنفین تابعین کے نام سے تابعین کے مقدس گروہ کے حالات کا مرقع پیش کر چکا ہے، اب اُس نے اُن کے بعد کے مقدس آبا بزرگوں اور ائمۂ دین کا مرقع تیار کرایا ہے، اس کے دو حصے ہیں، پہلے حصہ میں امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے جلیل القدر تلامذہ اور اُنکے فقہی مسلک کے داعی و علمبردار امام ابو یوسف، امام محمد شیبانی، امام زفر کے علاوہ امام اوزاعی، ابن جریج یحییٰ بن آدم اور فضیل بن عیاض وغیرہ کے سوانح اور اُن کے علمی، مذہبی، اخلاقی کارناموں اور فقہی اجتہادات کی تفصیل بیان کی گئی ہے، مرتبہ مولانا حافظ مجیب اللہ صاحب ندوی حصۂ اول ضخامت صفحے

قیمت:

تضمینیں بھی ہیں، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ساحر صاحب اصل میں غزل گو ہیں، زبان اور تخیل کی بعض خامیوں سے قطع نظر مجموعی حیثیت سے کلام غزل کے لوازم سے آراستہ ہے، مگر اس کی قیمت زیادہ ہے،

اردو صرف و نحو ۔ مرتبہ ڈاکٹر مولوی عبد الحق صاحب، چھوٹی تقطیع، کاغذ، کتابت و طباعت اچھی، صفحات ۱۳۴، قیمت عہ پتہ: انجمن ترقی اردو ہند، علی گڈھ

یہ کتاب ڈاکٹر مولوی عبد الحق صاحب کی پرانی تصنیف ہے، اب اسکا نیا اڈیشن انجمن ترقی اردو ہند نے شائع کیا ہے، اس میں اردو صرف و نحو کے قواعد اختصار مگر جامعیت اور استقصا کے ساتھ بیان کیے گئے ہیں، کتاب کی خوبی کیلئے مصنف کا نام کافی ہے۔

اوراق پریشاں ۔ از جناب چودھری محمد مصطفےٰ حسین صاحب بسمل لکھنوی، متوسط تقطیع، کاغذ، کتابت وطباعت عمدہ، صفحات ۱۱۲ مجلد مع رنگین گرد پوش، قیمت: عہ پتے: مدرسۃ الواعظین کیننگ سٹریٹ لکھنؤ (۲) دلاور حسین اسٹاف رپورٹر۔ امرت بازار پتریکا۔ ۲۳ بی ایبٹ روڈ ۔ لکھنؤ ۔ (۳) ادبستان گوئن روڈ لکھنؤ وغیرہ۔

جناب چودھری محمد مصطفےٰ حسین بسمل لکھنوی مرحوم حضرت صفی لکھنوی کے شاگرد اور ایک قادر الکلام و پرگو شاعر تھے، انکی وفات کے بعد انکے لائق فرزند چودھری عباس حسین صاحب اور دوسرے متعلقین کی کوششوں سے یہ مجموعہ شائع ہوا ہے، جو بیشتر غزلیات پر مشتمل ہے، دوسرے اصناف سخن برائے نام ہیں، کلام ظاہری اور معنوی دونوں خوبیوں سے پوری طرح آراستہ ہے، اس لیے ارباب ذوق اس سے لطف اندوز ہو سکتے ہیں،

ذہنی تربیت ۔ از جناب شوکت علی صاحب بی، اے ایل، ٹی، تقطیع خورد، کاغذ، کتابت وطباعت بہتر، صفحات ۹۶ قیمت ۱۲ر پتہ: مکتبہ جماعت اسلامی ہند، رام پور یوپی۔

یہ کتاب بچوں کی ذہنی تربیت اور دماغی تفریح کے لیے لکھی گئی ہے، اس میں دلچسپ اور پرلطف سوالات ہیں، جن کا آخر میں جواب بھی دیدیا گیا ہے، کتاب جس مقصد کے لیے لکھی گئی اس کے لیے مفید ہے، اور اس سے بچوں کے علاوہ فرصت کے اوقات میں بڑی عمر کے لوگ بھی دماغی تفریح حاصل کر سکتے ہیں۔

"ض"

سلسلہ تابعین و تبع تابعین رض

اہل کتاب صحابہ و تابعین رض

شروع میں عرب کے یہود و نصاریٰ کی قدیم تاریخ اور اُن کے تمدنی و سیاسی اثرات اور اُن کی دینی و اخلاقی حالت کی تفصیل اور اس کے بعد حروف تہجی کے اعتبار سے (۹۳) اہل کتاب صحابہ اور تابعین اور اُن کے بعد صحابیات اور تابعات کا تذکرہ قلم بند کیا گیا ہے، مرتبہ مولوی حافظ مجیب اللہ صاحب ندوی ضخامت ۲۶۵ صفحے قیمت: للعہ

تابعین رض

اس میں حضرت عمر بن عبد العزیز رض، حسن بصری رض، اویس قرنی، امام زین العابدین رض، سعید بن مسیب، محمد بن سیرین، ابن شہاب زہری، اور قاضی شریح وغیرہ ۹۶ اکابر تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے سوانح، اُن کے علمی، مذہبی، اخلاقی، اور علمی مجاہدات اور کارناموں کی تفصیل ہے، مرتبہ شاہ معین الدین احمد ندوی، طبع دوم ضخامت ۵۷۶ صفحے قیمت عہ

تبع تابعین رض

(حصۂ اول)

علم و عمل اور مذہب و اخلاق میں جس طرح صحابۂ کرام کے جانشین اور تربیت یافتہ تابعین عظام تھے، اور صحابۂ کرام کے بعد انہی کی زندگی ملت اسلامیہ کے لئے نمونۂ عمل بنی، بالکل اسی طرح تابعین کرام کے جانشین اور اُن کے فیض یافتہ تبع تابعین تھے، سیر الصحابہ کے سلسلہ کی تکمیل کے بعد دار المصنفین تابعین کے نام سے تابعین کے مقدس گروہ کے حالات کا مرقع پیش کر چکا ہے، اب اُس نے اُن کے بعد کے تقدس آب بزرگوں اور ائمۂ دین کا مرقع تیار کرایا ہے، اس کے دو حصے ہیں، پہلے حصہ میں امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے جلیل القدر تلامذہ اور انکے فقہی مسلک کے داعی و علمبردار امام ابو یوسف، امام محمد شیبانی، امام زفر کے علاوہ امام اوزاعی، ابن جریج، یحییٰ بن آدم اور فضیل بن عیاض وغیرہ کے سوانح اور اُن کے علمی، مذہبی، اخلاقی کارناموں اور فقہی اجتہادات کی تفصیل بیان کی گئی ہے، مرتبہ مولانا حافظ مجیب اللہ صاحب ندوی حصۂ اول ضخامت صفحے قیمت: